www.shibliinternational.com

may 2019

ISSN: 2581-9216

ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد

Urdu Monthly **SADA E SHIBLI** Hyderabad

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

-/20 روپے

مئی May :2019

علمی، ادبی، سائنسی، مذہبی، سماجی اور معلوماتی شاہکار

جلد Vol:2 ۔ شمارہ: Issue15

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

مدیر: ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران: ڈاکٹر سراج احمد انصاری ☆ ڈاکٹر عبدالقدوس ☆ ابوہریرہ یوسفی

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، استاذالاساتذہ حضرت رحمٰن جامی
پروفیسر مظفر علی شہہ میری، پروفیسر محسن عثمانی ندوی
پروفیسر ابوالکلام پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی،
ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی، مولانا ارشاد الحق مدنی،
مولانا محمد مساعد ہلال احیائی، اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ
محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق، ڈاکٹر حمران احمد، ڈاکٹر جاوید کمال
ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر غوثیہ بانو، ڈاکٹر سید امام
حبیب قادری، ڈاکٹر سمیہ تمکین، ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ
ڈاکٹر محمد زبیر، ڈاکٹر مصطفیٰ خان، ڈاکٹر محمد فضیل ندوی،
ڈاکٹر مصلح الدین نظامی، ابوہریرہ ایوبی، محسن خان

قیمت فی شمارہ: 20
سالانہ: 220 - بیرونی ممالک: 50/امریکی ڈالر
خصوصی تعاون: 1000

MOHD MUHAMID HILAL
A/c: 52023475202 Bank: SBI
Ifsc: SBIN0020413
Micr: 500002311 Branch: Dabeerpura Hyd

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

Email: sadaeshibli@gmail.com
Mob: 9392533661 - 8317692718

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352, B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Near Asfya Masjid Dabirpura Road, Purani Haveli,Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اپنی باتیں (اداریہ)	ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی	۵
۲	حمد باری تعالیٰ/نعت رسولؐ	حضرت رحمٰن جامی	۶
۳	عباداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۷
۴	روزہ کے مقاصد اور زندگی پر اس کے اثرات	مولانا ابوالحسن علی ندوی	۹
۵	نظم روزہ	ڈاکٹر سید محی الدین قادری ہادی	۱۰
۶	دیباچوں میں ذکر شبلی کا مطالعہ (قسط:۱۴)	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	۱۱
۷	خمسہ در فضیلت ماہِ رمضان المبارک (نظم)	رحمت الٰہی برقؔ	۱۴
۸	اسلام میں بداخلاقی سے بچیے	مفتی شکیل احمد رحمانی	۱۵
۹	قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کا بنیادی تقاضہ	مولوی صفوۃ الرحمٰن	۱۷
۱۰	سوکر اٹھنا اتنا یقینی نہیں ہے، جتنا مرکر اٹھنا...........	ڈاکٹر معظم علی	۱۹
۱۱	اعتکاف کے مقاصد وفوائد	مولانا ڈاکٹر محمد مصطفیٰ عبد القدوس ندوی	۲۴
۱۲	فضائل لیلۃ القدر	ڈاکٹر مفتیہ شکیل خان	۲۵
۱۳	ماہِ رمضان روحانیت کا تربیتی کیمپ	احمد نور عینی	۲۷
۱۴	رمضان المبارک	سیدہ تبسم منظور	۳۲
۱۵	فکر سرسید کے اساسی پہلو	نہاں نورین (نور)	۳۳
۱۶	غزل	رہبر پرتاب گڑھی	۳۵
۱۷	حقوقِ نسواں کے محسن اعظم	امۃ الصبیحہ	۳۶
۱۸	غزل	سعدیہ سلیم شمسی	۳۷
۱۹	گوکھرو (تبصرہ)	محمد عامل بدایونی	۳۹

ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے خصوصی معاونین

ابو سفیان اعظمی، مقیم حال ممبئی...... الحاج **محمد منیر الدین عرف ولی**، آغا پورہ حیدرآباد
ڈاکٹر سید **جلیل حسین** ایم ڈی (علیگ) ٹولی چوکی حیدرآباد...... الحاج **محمد عبد الستار** سیکھ ولیج سکندرآباد حیدرآباد
علی میاں احمد پٹھان رائے گڑھ (مہاراشٹر)...... **علی احمد عبد اللہ** کونچالی، رائے گڑھ (مہاراشٹر)
الحاج **رئیس احمد اقبال** انجینئر، سیکھ ولیج سکندرآباد حیدرآباد...... **محمد عبد الماجد** ایڈوکیٹ، سکندرآباد، حیدرآباد
جناب قاضی **فیض الدین**، ایرتوڑیل، مہاڈ، رائے گڑھ مہاراشٹرا۔ ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج
چارمینار، حیدرآباد...... مولانا **محمد عبد القادر سعود** نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد۔
الحاج **محمد قمر الدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

اداریہ

اپنی باتیں

ماہِ مئی کا شمارہ جب آپ کی خدمت میں پہنچے گا تو اس وقت رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا ہوگا۔ رمضان لمبارک رحمتوں، برکتوں، نعمتوں، سعادتوں، مغفرتوں اور عنایتوں والا مہینہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عظمت اور برکت والا مہینہ قرار دیا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، مگر روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ یا خود میں ہی اس کا بدلہ ہوں۔ اس لیے ہمیں چاہئے کہ اس ماہ کی عظمت وفضیلت کو سمجھیں اور اسی کے مطابق زیادہ سے زیادہ تلاوت، ذکر واذکار، صدقہ وخیرات اور دیگر عبادات میں مشغول رہیں۔ عام طور پر دیکھا جارہا ہے رمضان المبارک جیسے ماہِ مقدس میں بھی اکثر لوگ غیر ضروری کاموں میں ملوث رہتے ہیں۔ اشیاء خورد ونوش کی رغبت، زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی حرص، رات کو دن بنانے اور دن کو رات بنانے میں لگے رہتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں چاہئے کہ روزے کی کیفیت کو محسوس کریں اور منکرات سے بچتے ہوئے عمل صالح کی طرف راغب ہوں، تاکہ ہم روحِ تقویٰ کو پاسکیں۔

ملک کے پارلیمانی انتخابات آدھے سے زیادہ ہو چکے ہیں اور جب یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا تو اس وقت ملک کے مستقبل اور امیدواروں کی قسمت ایم وی ایم مشین میں مقید ہو چکی ہوگی اور ۲۳؍مئی کی شام کو ہی فیصلہ سامنے آجائے گا۔ اور قوی امید ہے کہ ایک نیا سورج طلوع ہوگا۔ ادارہ سبھی ہندوستانیوں سے گزارش کرتا ہے کہ وہ دعا فرمائیں آئندہ بننے والی حکومت انصاف پسند ہو، جس کی وجہ سے ہمارا ملک داخلی اور خارجی طور پر مضبوط ہو، تاکہ عوام خوشحالی اور تحفظ کی زندگی گزار سکیں۔

گذشتہ دو ماہ میں فروغ اردو کے لیے ملک بھر میں قومی اور بین الاقوامی سیمینار اور مشاعروں کا خوب زور وشور سے اہتمام کیا گیا۔ اس طرح کے پروگرامات فروغ اردو میں یقیناً کردار ادا کر رہے ہیں، مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاخیں پھیل رہی ہیں اور اس کی جڑوں کو چھوٹے چھوٹے کیڑے سوراخ کر رہے ہیں۔ جبکہ اردو کا فروغ درحقیقت اسی وقت ہوگا جب اردو کو پرائمری اسکول اور کالج کی سطح تک مضبوط کیا جائے۔ اس لیے اردو کے تمام ادارے بنیادی طور پر کوشش کریں، تو زیادہ بہتر ہوگا۔

معزز قارئین.. ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد کے تمام شمارے ہماری ویب سائٹ www.shibliinternational.com پر موجود ہیں آپ ان سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

حضرت رحمٰن جامیؔ۔ حیدرآباد

حمد باری تعالیٰ

اُدھر اُدھر ہوں کھِنچا کھِنچا سا جدھر جدھر ہے جمال تیرا
ہے میرے شعروں میں تیرا جلوہ ہے میرے فن میں کمال تیرا

میں تیرا بندہ ہوں میرے مالک عروج ہے لازوال تیرا
ہر ایک تحقیق میں ہے تو ہی جواب تیرا سوال تیرا

اِدھر ہوں بجلی اُدھر ہوں طوفاں، ہے بات سچی کہ ہوں مسلماں
سدا سلامت ہے میرا ایماں ہے مجھ میں ہر دم جلال تیرا

زمیں بھی تو آسماں بھی تو ہے یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے
مکیں بھی تو ہے مکاں بھی تو ہے وجود ہے بے مثال تیرا

جو تونے شاعر مجھے بنایا تو اس کا احساس بھی جگایا
میں تیری تخلیق ہوں خدایا ہوں بندۂ خوش خصال تیرا

ہے ذکر تیرا ہی ہر گھڑی میں برستے پانی کی ہر جھڑی میں
محل میں بھی اور جھونپڑی میں ہے ذہن و دل میں خیال تیرا

ہزاروں تکلیفیں سہہ رہا ہے غموں کی دنیا میں رہ رہا ہے
کہ پھر بھی جامیؔ یہ کہہ رہا ہے کبھی نہ ہارا بلال تیرا

نعتِ رسولؐ

نگاہوں کی جنت مدینے میں ہے
مِرے دل کی راحت مدینے میں ہے

یہاں رازِ ہستی سبھی کھل گئے
جہاں کی حقیقت مدینے میں ہے

بُلایا گیا ہے دکن سے ہمیں
ہماری ضرورت مدینے میں ہے

یَہاں دِل لگانے کو آئے ہیں سَب
سبھی کی محبت مدینے میں ہے

صِلہ مِل گیا ہے ہمیں پیار کا
لگاوٹ کی قیمت مدینے میں ہے

خُدا جس پہ عاشق ہُوا ہے وہی
حسیں ایک صورت مدینے میں ہے

یَہاں عِشق جامیؔ مکمل ہُوا
جنوں کی صَداقت مدینے میں ہے

عباداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

رمضان کا مہینہ آپ کی عبادتوں کے لیے سب سے زیادہ ذوق افزا تھا، حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ”آپؐ فیاض تو تھے ہی لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا اور جبرئیل قرآن سنانے آتے تو آپؐ کی فیاضی کی کوئی حد نہ رہتی“، آپ کی فیاضی ہوا سے بھی آگے نکل جاتی، رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ اور زیادہ عبادت گذار ہوجاتے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپؐ رات رات بھر بیدار رہتے تھے، ازواج سے بے تعلق ہوجاتے تھے، اہل بیت کو نماز کے لیے جگاتے تھے، اس اخیر عشرہ میں آپؐ عموماً اعتکاف میں بیٹھا کرتے تھے، یعنی ہمہ وقت مسجد میں بیٹھ کر یادِ الٰہی اور عبادت گذاری میں مصروف رہتے تھے۔

قرآن مجید کی تلاوت روزانہ فرماتے تھے، ابوداؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت کا وقت نماز عشا کے بعد تھا، روزانہ سورتوں کی تعداد مقرر تھی، اسی تعداد کے موافق آپؐ تلاوت کیا کرتے تھے، رمضان میں پورا قرآن کا دورہ کرتے تھے۔ پچھلی رات کو اٹھ کر کوئی مؤثر سورہ یا چند آیات تلاوت کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ ایک دفعہ رات کو میں نے دیکھا کہ آپؐ پچھلے پہر بیدار ہوئے، آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے، رات کے سناٹے میں تارے جھلملا رہے تھے، آپؐ نے نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیتیں پڑھیں۔

ترجمہ: ”آسمان اور زمین کی پیدائش اور شب و روز کے انقلاب میں ان دانشمندوں کے لیے نشانیاں ہیں، جو اٹھتے بیٹھتے اور پہلو پر لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان وزمین پر غور کرتے ہیں کہ خدایا تو نے یہ (نظام عالم) بے نتیجہ نہیں پیدا کیا، تو پاک ہے، پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، خدایا جس کو تو دوزخ میں داخل کرے اس کو تو نے رسوا کردیا، گناہ گاروں کا کوئی مددگار نہیں، خداوند ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو پکار کر یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے، خداوندتو ہمارے گناہ بخش دے، ہماری برائیوں پر پردہ ڈال اور نیکوں کے ساتھ ہم کو دنیا سے اٹھا، خداوندتو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ ہم کو عنایت کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، پروردگار نے پکار سن لی اور دعا قبول کرلی کہ میں کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں کرتا، مرد ہو یا عورت، تم ایک دوسرے سے ہو، جنہوں نے ہجرت کی، یا اپنے گھروں سے نکالے اور میری راہ میں ستائے گئے ہیں اور وہ لڑے ہیں اور مارے گئے ہیں، ان سب کے گناہوں کو مٹادوں گا اور ان کو جنت میں جگہ دوں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اللہ کی طرف سے ان کو یہ جزا ملے گی اور اللہ ہی کے پاس اچھی چیز ہے“۔

اسی موقع پر آپؐ یہ الفاظ کہا کرتے تھے، جو سرتاپا اثر اور روحانیت میں ڈوبے ہوئے ہیں:

ترجمہ: ”خداوندا تیری حمد ہو، تو آسمان وزمین کا نور ہے، تیری حمد ہو، تو آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا پروردگار ہے تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری بات حق ہے، تجھ سے ملنا حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت حق ہے، خداوندا میں نے تیرے ہی آستانہ پر سر جھکایا ہے، تجھی پر ایمان لایا ہوں، تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، تیرے ہی زور پر جھگڑتا ہوں، تجھی سے فیصلہ چاہتا ہوں، تو میرا اگلا اور پچھلا، کھلا اور چھپا ہر ایک گناہ معاف کر، تو ہی میرا مسجود ہے، تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں“۔

روزہ: انبیاء اور داعیانِ مذہب نے تکمیل روحانیت کے لیے تقلیلِ غذا بلکہ ترکِ غذا (روزہ) کو اسباب ضروری

میں شمار کیا ہے، ہندوستان کے ریاضت کش اور مرتاض داعیانِ مذہب تو اس راہ میں حدّ افراط سے بھی آگے نکل گئے ہیں لیکن داعیِ اسلام کا طرزِ عمل اس باب میں افراط وتفریط کے بیچ میں تھا۔

اسلام سے پہلے اہلِ عرب عاشورہ کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ بھی معمولاً اس دن روزہ رکھتے تھے، بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے قیام کے زمانہ میں آپؐ متواتر کئی کئی مہینوں تک روزہ رکھتے تھے لیکن مدینہ جاکر اس معمول میں فرق آگیا، مدینہ میں یہودی بھی عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، آپؐ نے بھی رکھا، بلکہ تمام مسلمانوں کو اس دن روزہ رکھنے کی تاکید فرمائی لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشورا کا روزہ نفل ہوگیا۔

رمضان کے علاوہ پورے مہینہ کا روزہ مدینہ میں آپؐ نے کبھی نہیں رکھا، صرف ایک شعبان مستثنیٰ ہے، اس میں قریب قریب پورے مہینہ بھر آپ روزہ سے رہتے تھے، اس طرح سال میں دو مہینے شعبان اور رمضان تو پورے روزوں میں گذرتے تھے، سال کے بقیہ مہینوں میں یہ کیفیت رہتی تھی کہ روزہ رکھنے پر آتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب آپؐ کبھی روزہ نہ توڑیں گے، پھر روزہ توڑ دیتے تھے، تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی روزہ نہ رکھیں گے، مہینہ کے نصف اول میں جن کو ایامِ بیض کہتے ہیں، آپؐ اکثر روزوں سے رہتے تھے، مہینہ میں تین دن دو دوشنبہ اور ایک جمعرات کو معمولاً روزے رکھا کرتے تھے، بعض روایتوں میں ہے کہ جمعہ کا روزہ بھی معمولات میں سے تھا، ان کے علاوہ محرم کے دس دن یکم سے عاشورا تک اور شوال کے آغاز میں چھ دن دوسری سے ساتویں تک آپؐ روزوں میں گذراتے تھے۔

اتفاقی روزے ان کے علاوہ تھے، آپ کبھی گھر تشریف لاکر پوچھتے تھے کہ کچھ کھانے کو ہے، جواب ملتا "کچھ نہیں" آپ فرماتے "تو میں آج روزہ سے ہوں"، کبھی کبھی آپؐ صوم وصال بھی رکھتے تھے، یعنی متواتر کئی دن تک ایک روزہ رکھتے تھے، بیچ میں مطلق افطار نہیں کرتے تھے، یا برائے نام کچھ کھالیتے تھے، لیکن جب صحابہؓ نے اس میں آپ کی تقلید کرنی چاہی تو آپؐ نے منع فرمایا، بعض لوگوں نے اس ممانعت کو صرف اس معنی پر محمول کیا کہ آپ حکماً نہیں بلکہ شفقت سے منع فرماتے ہیں، اس لیے ممانعت کے باوجود آپؐ کے ساتھ انہوں نے بھی اس قسم کے روزے رکھنے شروع کیے، آپؐ کو یہ خبر ہوئی تو دو دن متصل روزہ رکھا، تیسرے دن اتفاق سے چاند ہوگیا، آپؐ نے فرمایا "اگر مہینہ بڑھ سکتا تو میں اتنے دن تک افطار نہ کرتا کہ ان مذہب میں غلو کرنے والوں کا سارا غلو جاتا رہتا" صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ پھر حضور کیوں کئی کئی دن تک افطار نہیں کرتے؟ ارشاد ہوا "تم میں مجھ سا کون ہے؟ مجھ کو تو ایک کھلانے والا ہے جو کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا ہے جو پلاتا ہے" بعض روایتوں میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں "تم میں مجھ جیسا کون ہے، میں شب بسر کرتا ہوں تو میرا خدا مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

زکوٰۃ: آنحضرت ﷺ اسلام سے پہلے بھی بہت کچھ خیرات اور مبرات کیا کرتے تھے جیسا کہ آغازِ اسلام میں حضرت خدیجہؓ نے شہادت دی ہے، اسلام کے بعد آپ کی یہ کیفیت تھی کہ کوئی چیز نقداً اپنے پاس رہنے نہیں دیتے تھے، جو کچھ آتا مستحقین میں تقسیم فرمادیتے لیکن بااین ہمہ زکوٰۃ کا ادا کرنا آپؐ سے ثابت نہیں، اس سے بعض فقہا نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی لیکن اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ کے دو مفہوم ہیں، ایک مطلق صدقہ وخیرات اور اس باب میں آپ کی جو کیفیت تھی، وہ کس سے مخفی ہے؟ دوسرا یہ کہ چاندی سونے یا جانور وغیرہ کی مخصوص مقدار تعداد جو حاجات اصلیہ سے زیادہ ہو اور سال بھر تک مالک کے قبضہ میں رہی ہو، ایک خاص شرح رقم ادا کی جائے، یہ مصطلحہ زکوٰۃ کبھی آپؐ پر فرض ہی نہیں ہوئی، کاشانۂ نبوت میں کوئی قابلِ زکوٰۃ چیز سال بھر تک تو کیا رہتی، یہ بھی اتفاق ہوا کہ خراج کی رقم اس قدر زیادہ آگئی کہ وہ شام تک ختم نہ ہوسکی، آپؐ نے رات بھر مسجد میں آرام فرمایا اور کاشانۂ اقدس میں اس وقت تک قدم نہیں رکھا جب تک حضرت بلالؓ نے آکر یہ اطلاع نہ دی کہ "یارسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کیا"۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی

روزہ کے مقاصد اور زندگی پر اس کے اثرات

امام غزالیؒ نے اپنے مخصوص انداز بیان میں اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اخلاق الٰہیہ میں سے ایک اخلاق کا پرتو اپنے اندر پیدا کرے جس کو صمدیت کہتے ہیں، وہ امکانی حد تک فرشتوں کی تقلید کرتے ہوئے خواہشات سے دست کش ہوجائے، اس لیے کہ فرشتے بھی خواہشات سے پاک ہیں اور انسان کا مرتبہ بھی بہائم سے بلند ہے، نیز خواہشات کے مقابلہ کے لیے اس کو عقل وتمیز کی روشنی عطا کی گئی ہے، البتہ وہ فرشتوں سے اس لحاظ سے کم تر ہے کہ خواہشات اکثر اس پر غلبہ پالیتی ہیں اور اس کو ان سے آزاد ہونے کے لیے سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، چنانچہ جب وہ اپنی خواہشات کی رو میں بہنے لگتا ہے تو اسفل سافلین تک جا پہونچتا ہے اور جانوروں کے ریوڑ سے جاملتا ہے اور جب اپنی خواہشات پر غالب آتا ہے تو اعلیٰ علیین اور فرشتوں کے آفاق تک پہونچ جاتا ہے''۔(احیاء العلوم، ج:۱،ص:۲۱۲)

علامہ ابن القیمؒ اسی بات کو مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہوسکے، اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو اور اس کے ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کرسکے اور حیات ابدی کے حصول کے لیے اپنے نفس کا تزکیہ کرسکے، بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں، وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کردے اور اعضاو جوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں کی دنیا وآخرت دونوں کا نقصان ہے، اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام، مجاہدین کی ڈھال اور ابرار ومقربین کی ریاضت ہے''۔(زادالمعاد، ج:۱ص:۱۵۲)

علامہ موصوف روزہ کے اسراء ومقاصد پر نہایت بلاغت کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''روزہ جوارح ظاہری اور قوائے باطنی کی حفاظت میں بڑی تاثیر رکھتا ہے، فاسد مادہ کے جمع ہوجانے سے انسان میں خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں اس سے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، جو چیزیں مانع صحت ہیں ان کو خارج کردیتا ہے اور اعضا وجوارح میں جو خرابیاں ہَوا وہوس کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں وہ اس سے دفع ہوتی ہیں، وہ صحت کے لیے مفید اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے میں بہت ممد ومعاون ہے''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔(سورہ بقرہ۔۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کئے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصوم جُنّۃ۔روزہ ڈھال ہے۔

چنانچہ ایسے شخص کو جو نکاح کا خواہش مند ہو اور

نظم۔ روزہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری ہادیؔ۔ حیدر آباد

اِک روزے کی دس روزے جزا پاتا ہے روزہ
بے حد ثواب ہم کو دِلا دیتا ہے روزہ

جنت کا ایک دَر کا ہے رَیّان نام بھی
صائم کو اس سے خُلد میں پہنچاتا ہے روزہ

شاکر بنائے روزے کی یہ ہے خصوصیت
صابر بھی، مُتقی بھی بنا دیتا ہے روزہ

ماہِ رَمضان کی ہے خصوصیّتِ عظمیٰ
مومن کے گناہوں کو جلا دیتا ہے روزہ

اِفطار کی خوشی بھی ہے، دیدارِ رب کی بھی
دو دو مسرّتیں ہمیں دے جاتا ہے روزہ

اَلصَّومُ لِیْ کے ساتھ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ بھی
''اللہ سے خاص اپنی جزا پاتا ہے روزہ''

فرمان ہے حضورؐ کا ''اَلصَّومُ جُنَّۃٌ''
صائم کو گناہوں سے بچا لیتا ہے روزہ

روحانی ہوں اَمراض کہ جسمانی ہوں ہادیؔ
ہر اک مَرَضِ سے ہم کو شِفا دیتا ہے روزہ

استطاعت نہ رکھتا ہو روزہ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور اس کو اس کا تریاق قرار دیا گیا ہے، مقصود یہ ہے کہ روز کے مصالح اور فوائد چونکہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی رو سے مسلمہ تھے اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کی خاطر محض اپنی رحمت اور احسان سے فرض کیا ہے''۔(زادالمعاد،ج:۱،ص:۱۵۲)

اسی سلسلہ کلام میں آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''چونکہ قلب کی اصلاح اور استقامت حال سلوک الی اللہ اور جمعیت باطنی پر منحصر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ توجہ وانابت پر اس کا مدار ہے اس لیے پراگندہ خاطری اس کے حق میں سخت مضر ہے، کھانے پینے کی زائد مقدار، لوگوں سے زیادہ میل جول، ضرورت سے زیادہ گفتگو وہ چیزیں ہیں جن سے جمعیت باطنی پر فرق آتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ سے منقطع ہو کر مختلف راستوں پر بھٹکنے لگتا ہے، بعض وقت محض اسی وجہ سے اس کی راہ کھوٹی ہوتی ہے، ان سب باتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی مقتضی تھی کہ اپنے بندوں پر روزہ فرض کرے اور اس کے ذریعہ کھانوں کو زائد مقدار اور خواہشات کے فضلہ کا ازالہ وتنقیہ ہو سکے جس کی وجہ سے آدمی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے وہ اس سے دنیا وآخرت دونوں جگہ فائدہ اٹھا سکے اور اس کی عارضی اور مستقل کسی مصلحت کو نقصان نہ پہونچے''۔

(زادالمعاد،ج:۱،ص:۱۶۸)

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی۔ 9838573645

دیباچوں میں ذکر شبلی کا مطالعہ

مولانا شبلی کی زندگی ہی میں ان کے کلام کے کئی مجموعے شائع ہو گئے تھے جس کی تفصیل آثار شبلی میں دی گئی ہے ، سید صاحب نے اس وقت تک جتنا کلام دستیاب تھا تلاش کر کے یکجا کر رکھا تھا جسے مرتب کر کے شائع کیا۔

علامہ شبلی ایک بڑے شاعر تھے مگر ان کے علمی کارناموں کے مقابلہ میں ان کی شاعری اس درجہ کی نہیں ہے، سید صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا شبلی مرحوم کے علمی کمالات میں اگرچہ فارسی اور اردو کی شاعری بھی داخل ہے تاہم انھوں نے بذات خود کبھی اس کو اپنا قابل فخر کارنامہ قرار نہیں دیا اور اس حیثیت سے کبھی اپنے ہم عصروں کی صف میں حریفانہ حیثیت سے کھڑے نہیں ہوئے بلکہ یہ ان کا ایک تفریحی مشغلہ تھا''۔ (کلیات شبلی دیباچہ طبع اول ص ۱)

سید صاحب کے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کی پوری گنجائش ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بہر حال شبلی سے متعلق شاید سب سے زیادہ دیباچے سید صاحب نے لکھے اور ان کے فکر و خیال کی وضاحت کی۔

سید صاحب نے دار المصنفین جب الکلام شائع کی تو اس پر تنبیہ کے عنوان سے دیباچہ لکھا اور علامہ شبلی کے عقائد کے بارے میں تفصیل سے لکھا، دراصل الکلام کی بعض عبارتوں کو سامنے رکھ کر علامہ شبلی پر دوبار کفر کا فتوی جاری کیا گیا تھا، یہی سبب ہے کہ سید صاحب نے اس کے دیباچہ میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ علامہ شبلی کے دینی عقائد وہی تھے جو اہل سنت والجماعت کے ہیں، اپنے موقف کی تائید میں سید صاحب نے الکلام، علم الکلام اور علامہ کے ایک اعلان سے شواہد فراہم کئے ہیں۔ اور جن عبارتوں کو سامنے رکھ کر بعض علماء نے فتاوے صادر کئے تھے ان کو ملاحدہ کی کتابوں کے اقتباسات قرار دیا ہے، علامہ شبلی نے بھی یہی وضاحت کی تھی، سید صاحب نے الکلام پڑھنے والوں کو تنبیہ کی ہے کہ ملاحدہ کے جو اقوال ہیں انھیں رد کرنے کے لئے کتاب میں درج کیا گیا ہے۔ سید صاحب نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ملاحدہ کے اقوال نقل کرنے میں اسلاف کے دو طریقے رہے ہیں، پہلا طریقہ یہ رہا ہے کہ ملاحدہ کے اقوال نقل کئے بغیر ان کا رد لکھا جائے اور دوسرا طریقہ یہ رہا ہے کہ ان کے اقوال نقل کر کے رد لکھا جائے۔ مولانا شبلی کا یہی دوسرا طریقہ تھا۔ جن لوگوں نے تکفیر کا فتوی دیا تھا دراصل انھوں نے ملاحدہ کے اقوال کو شبلی کا قول سمجھ لیا تھا یہ پورا دیباچہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

بیگم مہدی افادی

مہدی افادی (م: ۸/ نومبر ۱۹۲۱ء) علامہ شبلی کے خاص احباب میں تھے، دونوں ایک دوسرے کے والہ و شیدا تھے۔ علامہ شبلی نے ان کے اسلوب نگارش کی زبردست دی ہے اور مہدی افادی نے انھیں تاریخ کا معلم اول قرار دیا ہے۔ ان کے مجموعہ مضامین ''افادات مہدی'' مطبوعہ شیخ مبارک علی لاہور طبع چہارم ۱۹۴۹ء میں ان کے درج ذیل مضامین شامل ہیں:

۱۔ تمدن عرب اور پروفیسر شبلی
۲۔ علامہ شبلی کا ماہوار علمی رسالہ الندوہ
۳۔ آدھ گھنٹہ علامہ شبلی کے ساتھ
۴۔ شعر العجم پر ایک فلسفیانہ نظر
۵۔ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی

۶۔ اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ

۷۔ شبلی سوسائٹی

۸۔ حالی وشبلی کی معاصرانہ چشمک

ان کے علاوہ بعض دیگر مضامین مہدی میں بھی علامہ شبلی کا خاصہ ذکر ہے۔ اس کا مقدمہ مولانا عبدالماجد دریابادی کے قلم سے ہے۔ اسے مہدی افادی کی بیگم نے مرتب کیا ہے اور ''ان کی یاد'' کے عنوان سے بڑا شاندار دیباچہ لکھا ہے، اس میں وہ لکھتی ہیں:

''مولانا شبلی مرحوم کے ساتھ باہمی تعلقات خاص طور پر گہرے تھے۔ ۱۸۹۰ء سے مولانا شبلی مرحوم سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور تعلقات کی تدریجی رفتار کے ساتھ تحریر کا لب ولہجہ بدلتا گیا، مولانا فرط خلوص سے ان سے کوئی راز نہیں رکھتے تھے۔

مولانا مرحوم اپنے ایک خط میں ان کے دو مضامین کی دادیوں دیتے ہیں:

''البشیر میں ایک مضمون دیکھا، نیچے تمہارے نام کے دستخط تھے، حیرت ہوئی کہ یہ وہی مرزاپوری دوست ہیں یا نذیر احمد وآزاد کی دو روحوں نے ایک قالب اختیار کیا ہے، کئی دن تک دیکھتا اور احباب کو دکھاتا رہا، دو ہی تین ہفتے ہوئے وہی برق ایک اور افق پر چمکی، یہ اس سے بھی زیادہ ہوش ربا اور خیرہ کن تھی''۔

ایک دوسرے خط میں لکھا کہ ''کاش شعر العجم کے مصنف کو ایسے دو فقرے لکھنے بھی نصیب ہوتے، دائرہ ادبیہ لکھنے والا شبلی کا معتقد ہو یقین کرنے کی بات نہیں۔

جب وہ الہ آباد تبدیل ہو کر آئے تو مولانا بہت خوش ہوئے اور لکھا کہ آپ کے الہ آباد آجانے نے مجھ کو الہ آباد کے سفر پر فوراً مجھ کو آمادہ کر دیا، اب میرے سفر کی تعداد میں ضرور اضافہ ہو جائے گا۔

جب مولانا شبلی مرحوم الہ آباد تشریف لاتے تھے تو اپنے زمانہ قیام میں ایک دن بھی بغیر ان کے دیکھے مولانا کو چین نہیں آتا تھا اور مولانا کی مانگ ہر طرف کثرت سے رہتی تھی، میرے ہاں ایک روز سے زیادہ مہمان نہیں رہ پاتے تھے، تاہم جہاں مولانا ہوتے تھے وہ روزانہ ان سے ملنے کے لئے جایا کرتے تھے (ص ۱۰۔۱۱)

بیگم مہدی افادی نے دوستی کی یہ داستان سنانے کے بعد لکھا ہے کہ شبلی کی وفات کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی، مولوی عبدالباری ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی سے بھی مہدی افادی کے تعلقات رہے، خاص طور پر سید صاحب نے ان کا رابطہ محبت اپنے استاذ مولانا شبلی مرحوم سے وراثتاً پایا تھا۔ (ص ۱۲) ان کے دیگر احباب مولانا عبدالماجد دریابادی، سید ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام، مولوی عبدالرزاق کان پوری مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی، شاہ دلگیر کا نام لکھا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

''الہ آباد میں کبھی کبھی مولانا شبلی مرحوم کے ساتھ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد بھی میرے یہاں مہمان ہوا کرتے تھے''۔ (ص ۱۳)

ظفر الملک علوی

ظفر الملک علوی (۱۸۸۴۔۱۹۴۶ء) اہل قلم، مصنف، مرتب اور ماہنامہ الناظر لکھنؤ کے مدیر تھے۔ علامہ شبلی کے ملاقاتیوں میں سے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے الکلام پر جو تنقید لکھی تھی، الناظر میں انھیں نے شائع کیا تھا، مولانا دریابادی نے آپ بیتی میں لکھا ہے کہ علامہ شبلی سے ان کا دل صاف نہ تھا، ممکن ہے اس وقت کچھ معاملہ رہا ہو مگر انھوں نے اپنے الناظر بکڈپو سے علامہ شبلی کی متعدد کتب شائع کیں بلکہ مستقل شائع کرتے رہے، دوسرے اداروں سے علامہ شبلی کی جو کتابیں شائع ہوئیں وہ بھی ان کے یہاں دستیاب رہتی تھیں، علامہ کے متعدد مقالات کو کتابچے کی شکل میں شائع کر کے عام کیا، ۱۹۲۴ء میں الناظر کی طرف سے انعامی مقابلہ ''سب سے بہترین انشاء پرداز کون'' کا انعقاد کیا اور جب سعید انصاری (۱۹۰۴۔۱۹۸۴ء) کا مقالہ ''مولانا شبلی اردو کے بہترین انشاپرداز'' اول منتخب ہوا تو اسے ۱۹۲۵ء میں کتابی صورت میں شائع کیا اور اس کے کئی ایڈیشن شائع کیے۔

علامہ شبلی کے اردو کلام کے کئی مجموعے دہلی لاہور اور علی

گڑھ سے شائع ہوئے تھے،کلیات شبلی کی اشاعت سے پہلے ظفر الملک علوی ہی نے ان کا سب سے بہتر مجموعہ ''کلام شبلی'' کے نام سے مرتب کر کے ۱۹۱۸ء میں شائع کیا،اس کے بھی انھوں نے کئی ایڈیشن شائع کئے،اس پر انھوں نے ایک دیباچہ بھی لکھا ہے جس میں علامہ کی شاعری کے خاص خاص پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ علامہ اپنی فارسی شاعری کے مقابلہ میں اردو شاعری کو مرزا غالب کی طرح ہیچ تصور کرتے تھے۔ البتہ اس کا سبب انھوں نے قیاساً بیان کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ ایک طرف قدیم شاعری کا چمنستان امیر وداغ کی نغمہ سنجیوں کے لئے وقف تھا اور دوسری طرف نظم جدید کی مملکت میں مولانا حالی کا سکہ چل رہا تھا،مولوی شبلی صاحب کو اس کی کیا توقع ہوسکتی تھی کہ وہ ان حریفوں کے مقابلے میں کوئی نمایاں امتیاز حاصل کرسکیں گے اور جو شہرت اپنی تاریخی تصانیف کی وجہ سے مولانا کو علمی دنیا میں حاصل ہو چکی تھی اس کے بعد وہ اسے مشکل ہی سے گوارا کرسکتے تھے کہ شاعروں کی مجلس میں ان کی کرسی نیچی رہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مولانا کے ابتدائی کلام میں سے ایک مثنوی اور چند قومی نظموں کے سوا کچھ نہ چھپنے پایا اور ان کی اشاعت میں بھی خود مولانا نے کوئی اہتمام نہیں کیا''۔ (مجموعہ کلام شبلی ص ب)

انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''ایک مرتبہ راقم الحروف کو ایک قلمی بیاض سے مولانا شبلی کے کچھ اشعار کی نقل مل گئی لیکن جب مولانا سے اس کا ذکر آیا اور الناظر میں ان کی اشاعت کا ارادہ ظاہر کیا گیا تو انھوں نے باصرار اس سے باز رکھا بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر ان کی اشاعت کی جائے گی تو راقم الحروف سے تمام تعلقات منقطع ہوجائیں گے۔ یہ ۱۹۱۰ء کا واقعہ ہے۔ یہ اشعار اتفاق سے تلف ہوگئے''۔ (ایضاً)

اس دیباچہ سے دو اور اہم باتوں کا علم ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جنگ بلقان کے مجروحین کی امداد کے لئے لکھنؤ میں جو جلسہ ہوا تھا،علامہ اس میں شریک ہوئے تھے اور اس موقع پر چند شعر بھی پڑھے تھے۔ دوسرے یہ کہ مسجد سانحہ کان پور اور بعض دوسرے قومی معاملات پر انھوں نے جو نظمیں لکھی تھیں ان میں جو زیادہ مقبول ہوئیں ان کی اشاعت پر پریس ایکٹ کے تحت روک دی گئی تھی۔ (ایضاً ص ج)

علوی صاحب نے جن نظموں کے ضبط کئے جانے کا ذکر کیا ہے وہ اب تک دستیاب نہ ہوسکیں،اسی طرح علامہ شبلی کی نظموں کا ایک مجموعہ تاریخی جواہر کے نام سے شائع ہوا تھا تلاش بسیار کے باوجود اب تک نہیں مل سکا ہے۔

محمود احمد عباسی

محمود احمد عباسی امروہوی (۱۸۸۵۔۱۹۷۴ء) علامہ شبلی کے قدر دانوں میں تھے۔۱۹۱۳ء میں علامہ کی قومی نظموں کا پہلا مجموعہ ''نالۂ شبلی'' کے نام سے مرتب کیا جو مدرسۃ العلوم علی گڑھ سے شائع ہوا،اس کا انتساب انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کی حریت،محمد علی کی ہمدردی،ڈاکٹر انصاری کے ایثار،ظفر علی خاں کی اخوت کے نام کیا ہے،اس سے خود مرتب کی حریت فکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،مذکورہ بالا تمام حریت پسند شبلی کے شیدائی اور ان پر جان چھڑکنے والے تھے۔

''نالۂ شبلی'' کے مختصر سے دیباچے میں انھوں نے یہ مجموعہ مرتب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مسلمان بچوں کی اسلامی تربیت اور ان میں اخلاقی فضائل کے نشو ونما کے لئے خیر القرون کے آثار اور سلف صالحین کے کارنامے جس قدر زیادہ اہم اور ضروری ہیں افسوس ہے کہ اسی قدر ان کی طرف سے غفلت کی جارہی ہے۔ کچھ عرصہ سے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کو اس ضرورت کی طرف توجہ ہوئی اور انھوں نے بزرگان سلف کے واقعات اور کارناموں کو نہایت مؤثر اور دل نشیں طریقے پر نظم کرنا شروع کیا ہے۔ تاریخی واقعات کا عمدہ اور مؤثر پیرایہ میں نظم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بڑی قادر الکلامی کی ضرورت ہے۔ علامہ ممدوح نے جس خوبی سے اس مشکل کام کو انجام دیا ہے اس کا اعتراف ہندوستان میں ہر

رحمت الٰہی برقؔ اعظمی

خمسہ در فضیلت ماہِ رمضان المبارک

فدا تھا جس کے نورانی سماں پر نیّرِ اعظم　　خجل تھا جس کے اوجِ مرتبت سے چرخِ نُہ طارم
بندھا تھا جس کے دم سے قوم کا شیرازۂ برہم　　فلک سے بارشِ انوارِ یزداں جس میں تھی پیہم
دل مومن نہ کیوں اُس ماہ کی فرقت سے ہو پُرغم

منور نورِ حق سے جس میں ہر مومن کا سینہ تھا　　دلِ اہلِ ولا ایماں کی دولت کا خزینہ تھا
غریقِ قلزمِ عصیاں کے حق میں جو سفینہ تھا　　نمایاں خاتمِ توحید میں مثلِ نگینہ تھا
تھی جس میں ایک شب خیر من الف شہر اے ہمدم

مقید حکمِ حق سے جس میں تھا ابلیس کا لشکر　　درِ دوزخ تھا جس میں بند وا جنت کا تھا ہر در
نمازی جس میں تھے زینت دہِ ہر مسجد و منبر　　دلالت کر رہی ہے جس کے اعزازِ فضیلت پر
کلام حضرتِ رب العلا کی آیۂ محکم

گنہگاروں نے توبہ جس میں کرلی تھی گناہوں سے　　بہا تھا اشک ہوکر خونِ دل آنکھوں کی راہوں سے
نمایاں جوہرِ عصمت تھا شرمیلی نگاہوں سے　　تپش آمادہ تھی بزمِ گنہ پُرسوز آہوں سے
ہوا تھا جس میں ہر سرکش مطیعِ سرورِ عالمؐ

حضورِ دل سے جس میں لطف آتا تھا عبادت کا　　کھلا رہتا تھا جس میں رات دن دروازہ رحمت کا
مزہ آتا تھا جس میں صوم و افطار و تلاوت کا　　برابر فرض کے ملتا تھا جس میں اجر سنت کا
مریضِ ہر گنہ کے حق میں تھا جو عیسیٰ مریم

حقیقت اس کے جلووں کی جو ظاہر تجھ پہ ہو کھل کر　　نظر آئے زمانہ مطلعِ انوار سر تا سر
وداعِ ماہِ رمضاں کے الم سے اے ہنر پرور　　دلوں کی بے قراری کا اگر تو دیکھ لے منظر
جھڑی اشکوں کی بندھ جائے مثالِ گریۂ شبنم

دمِ افطار جمتی تھی صفیں یوں روزہ داروں کی　　لبِ کوثر لگی ہو بھیڑ جیسے بادہ خواروں کی
نظر کے سامنے ہیں صورتیں پرہیزگاروں کی　　رہے گی سال بھر تک یاد ان رنگیں نظاروں کی
نہ بھولیں گے کبھی اے برقؔ اس دلکش سماں کو ہم

سمجھدار شخص کر رہا ہے۔ درحقیقت مولانا ممدوح کا یہ احسان اس قدر عظیم الشان اور گراں بہا ہے کہ تمام افرادِ ملت اور ان کی آئندہ کی نسلیں ہمیشہ ان کی شکر گذار رہیں گی''۔ (نالۂ شبلی: مقدمہ)

محمود احمد عباسی کے حالات پر مالک رام نے تذکرہ معاصرین حصہ سوم میں تفصیلی مضمون لکھا ہے مگر انھیں ''نالۂ شبلی'' کی ترتیب و اشاعت کا علم نہیں ہو سکا ہے۔

مفتی شکیل احمد رحمانی۔ سکندرآباد، حیدرآباد

اسلام میں بداخلاقی سے بچیئے

لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش البذی

حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلانی عورت کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ کثرت سے نماز روزہ اور صدقہ وخیرات کرنے والی ہے، لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف دیتی ہے یعنی برا بھلا کہتی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ دوزخ میں ہے، پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلانی عورت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نفلی روزہ، صدقہ وخیرات اور نماز تو کم کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے کوئی تکلیف نہیں دیتی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ جنت میں ہے ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک یہودی کی چند اشرفیاں نبی کریم ﷺ پر قرض تھیں، یہودی نے آپ ﷺ سے قرض کا مطالبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا ابھی میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے میں تمہارا قرض ادا کرسکوں، یہودی نے اصرار کیا اور کہا کہ جب تک آپ ﷺ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے ہیں آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا آپ ﷺ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور اس دن کی نمازیں وہیں ادا کی، جب صحابہ ٔ کرام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ یہودی کے پاس آئے اور اسے ڈرانے دھمکانے لگے، آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو منع کیا، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس یہودی نے تو آپ ﷺ کو قیدی بنالیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے روکا ہے جب وہ دن گذر گیا تو اس یہودی نے اسلام قبول کرلیا اور اس نے کہا میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ میں نے توریت میں آپ کے متعلق پڑھا ہے محمد بن عبداللہ جن کی جائے پیدائش مکہ ہے اور ہجرت کر کے مدینہ آئیں گے نہ وہ سخت دل ہوں گے نہ تندخو، نہ چیخ کر بات کریں گے ان کی زبان فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی سے آلودہ نہیں ہوگی، میں نے اب تمام صفات کا امتحان کرلیا، آپ ﷺ کو صحیح پایا اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ میرا آدھا مال ہے، آپ ﷺ کو اختیار ہے جس پر چاہیں خرچ فرمائیں، دور حاضر کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ مغربی اقدار سے متاثر تعلیم اور روشن خیالی کے ساتھ بداخلاقی وخودغرضی کی ظلمت وتاریکی بھی عام ہوتی جارہی ہے صرف مادیات اور معلومات میں ایسے الجھے کہ دین وشریعت کا اہم شعبہ اخلاق، ان کی فکر ونظر اور اعمال وافعال سے خالی ہوگیا، جس کے نتیجہ میں آج والدین اولاد کی بداخلاقی سے نالاں بڑے چھوٹوں کی گستاخیوں سے تنگ دل پڑوسی ایک دوسرے سے متنفر اساتذہ نالائق شاگردوں سے دہشت زدہ، دوست اپنے دوست کی بے وفائیوں سے پریشان غرض بداخلاقی وبدکرداری اور عداوت ونفرت اتنی عام ہے کہ اب انسان انسان سے دھشت زدہ ہے اخلاقی اقدار کی پامالی پر مقام حسرت ہے کہ ایک سایہ تلے جینے والے حقیقی بھائی ایک ساتھ زندگی گزارنے والے زن وشو ایک صف میں صف بستہ ہو

کر عبادت کرنے والے نمازی اشاعت دین کی ایک کشتی میں سوار علماء ایک قوم کی سیادت وقیادت کا دم بھرنے والے سیاسی و معاشرتی قائدین ،ملت کی جمعیتوں و جماعتوں کے سر براہان خودغرضی ناموری آپسی تنفروحسد، طنز وطعنہ اور بے جا تنقید جیسے امراض و بداخلاقی میں مبتلاء عام ہیں ،حالاں کہ انسان کی حقیقی واصلی تصویر اخلاق کے لباس سے نمایاں اور ظاہر ہوتی ہے حسن اخلاق وہ قیمتی زیور ہے جس سے آراستہ ہونے والے شخص کو آپ کا محبوب ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے اور بروز محشر اس کو آپ ﷺ سے قریب ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے اخلاق حسنہ اسلام کا وہ گلشن سدابہار ہے جس کے اجزائے ترکیبی میں عفو درگزر ،حلم وبردباری ، ایثار و ہمدردی عفت و پاکیزگی ، جودو سخا، انصاف وعدل پروری اور نرم خوئی ونرم مزاجی کا گلہائے رنگا رنگ میں ان کی خوشبو مشام جان کو معطر کرتی ہے اور دل ودماغ کو فرحت وتازگی بخشتی ہے،اور ایمان ویقین کے خزاں رسیدہ پودوں کو ذوق نمو عطا کرتی ہے، یہ وہ جاذب نظر اور خوشنما ہتھیار ہے جس سے بغاوت پسند اور سرکش لوگ قابو میں آجاتے ہیں اور اپنی زندگی میں صالح اور خوشگوار انقلاب لے آتے ہیں عابد کی عبادت، واعظ کا وعظ ، عالم کا علم، سخی کی سخاوت، ہر ایک شئی کی تاثیر ہوتی ہے مگر جو قلبی کیفیت اور دل پر گہرا نقش اخلاق اور حسن سلوک کا ہوتا ہے وہ کسی اور چیز سے قائم نہیں ہوتا ، اخلاق انسان کے وسعت قلبی اور توسع ظرفی کی علامت ہے با اخلاق انسان کے دل کی آنکھیں مساوات اور انسانی ہمدردی کی شان رکھتی ہے، وہ غریب وامیر کالے گورے اور چھوٹے اور بڑے کے امتیاز وفرق سے پاک ہوتی ہے اخلاق سے زبان میں نرمی آنکھ میں پاکیزگی ، قلب میں احسان مندی وشکری گزاری کردار وعمل میں نیکی اور بھلائی پیدا ہوتی ہے وہ تاجرانہ مسکراہٹ نہیں رکھتی جو خود غرضانہ ہوتی ہے بلکہ اخلاق وہ اعلیٰ خوبی ہے۔

جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی تعریف فرمائی ،یقیناً آپ ﷺ بڑے اخلاق پر فائز ہیں آپ ﷺ کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد مکارم اخلاق کی تکمیل تھی آپ ﷺ کو اخلاق حسنہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی ، برائی کو بھلائی کے ذریعہ دور کیجئے ، پھر آپ کا دشمن گہرا دوست ہو جائے گا آپ ﷺ نے میزان عمل میں سب سے زیادہ باوزن چیز اخلاق کو فرمایا۔ ایک بندۂ خدا اخلاق کے ذریعہ شب بیدار اور صائم الدہر یعنی روزانہ بلاناغہ روزہ رکھنے والے کا مقام حاصل کر لیتا ہے، آپ ﷺ نے ایک طرف مسلمانوں کو آپس میں خیر خواہانہ تعلق رکھنے نیک کاموں میں سفارش کرنے باہمی صلح کرانے سلام کو رواج دینے ایک دوسرے کی حاجت وضرورت پورا کرنے عیوب کی پردہ پوشی کرنے ہر ایک سے محبت و ہمدردی رکھنے، حسن ظن اور خوش مزاجی سے جینے ،غصہ کو پینے اور قصوروار کو معاف کرنے جیسے کو پسندیدہ اخلاق واعمال کی دعوت دی تو دوسری طرف دھوکہ بدگمانی حسد وعدہ خلافی ، مسلمانوں پر سب وشتم ، جھوٹی گواہی نسب پر طعنہ زنی فحش کلامی تحقیر آمیز ہنسی ، حق تلفی خیانت ، رشوت سود، قتل مسلم ، خود غرضی احسان فراموشی ، عصبیت جنگ وجدال جیسے ناپسندیدہ اعمال و اخلاق اور دنیا وآخرت میں اس کے وبال اور برے نتائج کی طرحت فرمائی ، یقیناً حسن اخلاق اور بدخلقی ہر ایک کا اچھا برا نتیجہ ہے، لیکن حسن اخلاق کا نقد نتیجہ یہ ہے وہ دوست ودشمن ہر ایک کے لئے مرکز محبت وعقیدہ ہوتا ہے اس کی ذاتی زندگی بھی پرسکون اور دوسروں کے لئے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا باعث بنتا ہے اس کے برعکس بداخلاقی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے خود اپنی زندگی لطف وسرور سے محروم ہوجاتی ہے اور جن سے اس کا تعلق اور معاملہ ہو، ان کی زندگیاں بے مزہ اور تلخ ہوجاتی ہے وقت کی ضرورت ہے کہ معاشرہ قول وعمل اور اپنے اطوار وعادت میں نبی کریم ﷺ کے درس اخلاق کو خوب دہرائے تاکہ بداخلاقی کی بھیانک آگ میں جھلستا معاشرہ سکون واطمنان کی ٹھنڈی سانس لے۔

مولوی صفوۃ الرحمٰن صابرؔ۔ حیدرآباد

قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کا بنیادی تقاضہ

وَاِذَا اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَـتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكۡتُمُوۡنَهٗ فَنَبَذُوۡهُ وَرَآءَ ظُهُوۡرِهِمۡ وَاشۡتَرَوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا‌ؕ فَبِئۡسَ مَا يَشۡتَرُوۡنَ (آل عمران)

"اور اللہ تعالیٰ جب بھی انسانوں کی ہدایت کے لیے کتاب نازل کیا ہے تو کتاب الٰہی کے ماننے والوں پر لازم کردیا کہ وہ کتاب کی باتیں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں اور کچھ بھی نہ چھپائیں مگر قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے والوں کی کتنی سنگین نادانی ہے کہ انہوں نے قرآن کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور دنیا کمانے کا قرآن ہی کو ذریعہ بنالیے ہیں، پس یہ کیا ہی برا سودا کر رہے ہیں" اس ارشاد الٰہی کا مخاطب ہر وہ فرد ہے جو قرآن کو اللہ کی کتاب مانتا ہے لیکن خصوصی طور پر علماء ہیں، اس جرم کا ابدی انجام بعد والی آیت ۱۸۸ میں "دردناک عذاب" بیان کردیا گیا۔ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے والوں پر متذکرہ بالا جو فرض انجام دینا لازم کردیا گیا، اس کو بجالانے کا طریقہ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا "ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنانا اور سمجھانا" کی نہ صرف تاکید فرمائی بلکہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ اس کا عملی نمونہ بھی بتادیا ہے، یعنی ہر پیغمبر نے يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ہی کے ذریعہ اس فرض کو بحسن خوبی انجام دیا ہے، لہٰذا قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے والوں پر خود بخود یہ لازم کردیا گیا کہ اس فرض کو انجام دینے کے لیے سب سے پہلے قرآن ہی کی روشنی میں اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کرلیں چنانچہ فرمایا اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖؕ اُولٰٓـئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (البقرہ)

جن کو بھی ہم نے کتاب دی اگر وہ کتاب کے پڑھنے کے حق کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے (یعنی پڑھ کر عمل اور اصلاح کی نیت ہوگی) تو ایسے ہی لوگ کتاب پر صحیح معنوں میں ایمان لانے والے ہوں گے اور جو بھی اس طریقہ کے خلاف کرے گا وہ منکرِ کتاب قرار پائے گا، پس ایسے ہی لوگ گھاٹے (نقصان) پانے والوں میں سے ہوں گے"۔

قرآن اللہ کی کتاب ماننے کے بعد بھی اس کو سیکھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی جو بھی کوشش نہیں کرتا یا صرف ناظرہ پڑھ لینے یا حفظ کرلینے یا تجوید سے پڑھ لینے کو ایمان بالقرآن کے لیے کافی سمجھتا ہے، وہ دراصل اللہ کی کتاب کا مذاق اڑاتا ہے لہٰذا دنیا میں ذلت کی زندگی اور آخرت میں ابدی عذاب سے بچنے کے لیے لازمی ہے کہ قرآن حکیم ترجمہ کے ساتھ خوب سمجھ کر عمل کی نیت سے پڑھیں، پھر قرآن کی روشنی میں اپنے عقیدہ کو شرک اور اس کے اجزاء سے اور عبادات، ذکر یا اور ثواب کے کاموں کو بدعات سے (خلاف سنت واجماع اسوۂ صحابہؓ) اور زندگی کے کاروبار، معاملات، تعلقات کو نافرمانیوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں، تب ہی وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے والے قرار پائیں گے اور پچھلی تمام ہر قسم کی برائیوں اور نافرمانیوں سے نہ صرف توبہ کرنا بلکہ معافی و بخشش کی بھی التجا کرتے رہنا ضروری ہے کیونکہ شرک یا ایک بھی بدعت یا کسی معاملہ میں نافرمانی تمام

سابقہ عبادات، نیکیوں اور اعمال کو حبط کر دیتی ہے، وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الانعام) "اور اگر وہ (تمام پیغمبر بھی) شرک کرتے تو یقیناً ان کے اعمال بھی حبط کر دیئے جاتے" لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الزمر) "(یقیناً اے نبی!) اگر آپ بھی شرک کرتے تو یقیناً آپؐ کے اعمال بھی حبط کر دیئے جاتے اور آپؐ بھی یقیناً گھاٹہ پانے والوں میں سے ہو جاتے" وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ، وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء اور جو بھی ایمان والوں کے طریقے (اجماع صحابہؓ کا اسوہ) کے سواء دوسرا طریقہ اختیار کرے گا ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور وہ جدھر جانا چاہتا ہے جانے دیں گے اور اس کو ہم جہنم میں داخل کریں گے اور بہت ہی بُری جگہ ہے رہنے کی" وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ، وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران) "اور جو بھی اسلام (اللہ ورسولؐ کی اطاعت) کے سواء کوئی بھی دوسرا طریقہ زندگی اختیار کیا ہوگا، پس اس کا یہ کارنامۂ اعمال ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹہ پانے والوں میں سے ہوگا"۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُو االرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (سورہ محمد) "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو (خلاف ورزی کر کے) اپنے اعمال کو باطل نہ کرلو"۔

ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم: خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وكل محدثة بدعة وكل ضلالة في النار (صحیح بخاری) "دنیا میں سب بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور عبادت، ذکر و یاد، ثواب کا بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ہر نئی بات (جس کا تعلق کتاب وسنت سے نہ ہو) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ ہے" ایک اور ارشاد میں "خير" کی بجائے "احسن" کا لفظ آیا ہے۔

لفظ "بدعة" کے لغوی معنی لے کر "بدعة حسنة" اور "بدعة سيئة" کی تقسیم کرنا اور اپنی بات کو مدلل کرنے کے لیے ضروریات زندگی کے نئے نئے طریقوں اور ذرائع واسباب کو پیش کرنا "تاویل الجاہلین" ہے کیونکہ گمراہی اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ ہلکی وسنگین ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا اللہ اور رسولؐ کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی فکر وکوشش کرنے والے ہی دراصل اپنے ایمان میں سچے ہیں (الحجرات:۱۵، البقرہ:۱۷۷)، ایسے ہی لوگ جب اللہ ورسولؐ کی تعلیمات کو اللہ کے بندوں تک پہنچانے کی دامے درمے سخنے کوشش کریں گے تو ہی "امت وسط" وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ) "ہم اپنی ہدایات دوسروں تک پہنچانے کے لیے تم کو مقرر کیئے ہیں تا کہ کوئی بھی حشر کے دن یہ عذر نہ کر سکے کہ اے رب تیری باتیں ہم تک کسی نے بھی نہیں پہنچائی"۔ قرار پائیں گے اور "خیر امت" كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران ۱۱۰) "ایمان لانے والے! تم بہترین امت ہو جو محض انسانوں کے لیے وجود میں لائی گئی (کیونکہ) تم نیکی کے کاموں کی ہدایت کرتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان لائے ہو" قرار پائیں گے، ایمان باللہ کا بنیادی تقاضہ اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا ہے، اس سلسلہ میں اللہ کے رسولؐ کے بیسیوں ارشادات ہیں، مثلاً من راى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطيع فبلسنانه فان لم يستطيع فبقلبه وذلك اضعف الايمان (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، باب الامر بالمعروف) "رسول اللہؐ نے فرمایا جو تم میں سے منکر (کوئی بات کتاب وسنت کے خلاف) دیکھے تو اسے ہاتھ سے بدل ڈالے، اس کی طاقت نہ تو زبان سے (کہے)، اگر اس کی بھی طاقت نہ تو دل سے (برا جانے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

ڈاکٹر محمد معظم علی۔ گلبرگہ کرناٹک

سو کر اٹھنا اتنا یقینی نہیں ہے جتنا کہ مر کر اٹھنا یقینی ہے
آیئے تیاری کریں

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ سورۃ الصّٰفّٰت

ترجمہ: ”بس ایک ہی جھڑکی ہوگی اور یکا یک یہ اپنی آنکھوں سے (وہ سب کچھ جس کی خبر دی جارہی ہے) دیکھ رہے ہوں گے۔ اس وقت یہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی، یہ تو یوم الجزاء ہے“۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَاهُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ سورۃ یٰسین

ترجمہ: پھر ایک صور پھونکا جائے گا اور یکا یک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ گھبرا کر کہیں گے۔ ”ارے، یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے اٹھا کر کھڑا کیا؟ یہ وہی چیز ہے جس کا الرحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں کی بات سچی تھی۔ ایک ہی زور کی آواز ہوگی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کردیئے جائیں گے“۔

معلوم ہوا کہ ہر شخص اپنی قبر سے انفرادی طور پر اٹھے گا اور انفرادی طور پر اللہ کے حضور حاضر ہوگا، اور انفرادی طور پر اللہ کے حضور اپنی زندگی اور زندگی کی نعمتوں کی جواب دہی کرے گا۔

اس لیے تیاری کا لائحہ عمل و مرکز (Focus) ذاتی اصلاح و ترقی، ذاتی تزکیہ و نشوونما (Self-Improvement) ہوگا۔

سورہ انعام کی آیات 162,163 میں ذاتی تزکیہ و نشوونما (Self- Improvement) ہی کی طرف تاکید کی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ: ”کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں“۔

ان آیات میں ’میری‘ اور ’میرا‘ کہہ کر رہنمائی کی گئی ہے کہ انسان اپنی انفرادی و ذاتی زندگی کے اعمال و نیت پر خصوصی توجہ دے۔ دوسرا یہ کہ ہر عمل اللہ رب العالمین کے لیے ہو اور اس عمل میں یعنی طریق عمل اور نیت میں کوئی شریک نہ ہو، وہ خالصتاً اللہ رب العالمین کے لیے ہو۔ مختصراً یہ کہ میرے تمام اعمال کا مرکز رب العالمین ہے جس میں کوئی شریک نہیں۔

دوسری بات جس کی طرف آیت رہنمائی کرتی ہے وہ یہ کہ حکم ہے کہ کہنے والا سب سے پہلے خود عمل کرے اس لیے

کہ وہی سب سے پہلے جواب دہ ہے اور اپنے اعمال کا پھل وہی پائے گا آخرت میں بھی اور دنیا میں بھی۔ مختصراً یہ کہ تمام انسانوں سے پہلے میرا مرکز توجہ میری اپنی ذات ہے۔

لیکن ذاتی تزکیہ ونشو ونما کے لیے اجتماعیت چاہئے۔ اجتماعیت کے اندر اور اجتماعی طور پر کوشش کرنے سے ہی انفرادی نشو ونما ہوتا ہے۔

باپ اپنے بچوں کے ساتھ رہتا ہے تو ہی ایک اچھے باپ کی حیثیت سے اس کا نشو ونما ہوتا ہے اور پھر وہ اچھے انداز میں بچوں کی تربیت کرسکے گا۔ یعنی اپنی ذمہ داری احسن طریقہ سے پوری کرسکے گا۔ بیوی کے ساتھ رہتا ہے تو ہی ایک اچھے شوہر کی حیثیت سے اس کا نشو ونما ہوتا ہے۔ والدین کے ساتھ ایک اچھی اولاد کی حیثیت سے نشو ونما ہوتا ہے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر کو اچھا ڈاکٹر بننے اور بہ حسن وخوبی اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے اس کو اپنا ذاتی نشو ونما (Self- Improvement) کرنا ہوتا ہے جو اپنے آپ پر محنت کرنے سے ہوتا ہے، لیکن پروفیشن کی پراکٹس جاری رکھتے ہوئے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح مختلف حیثیتوں سے فرد کا نشو ونما اجتماعی زندگی، اجتماعی ماحول اور اجتماعی کوششوں کے اندر ہی ہوتا ہے لیکن اپنے آپ پر محنت کرنے سے ہوتا ہے۔ اور جن حیثیتوں سے فرد کا نشو ونما ہوتا ہے ان حیثیتوں میں اس کی کارکردگی اور ذمہ داریاں احسن طریقہ سے انجام پاتی ہیں۔ احسن طریقہ سے حقوق ادا ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں دونوں طرف جذبات کا، احساسات کا، ضروریات کا اطمینان ہوتا ہے، شکایتیں نہیں ہوتیں، زندگی سکون واطمینان اور بہ عزت طریقہ سے گذرتی ہے دلی خوشی کے ساتھ دعائیں لیتے اور دیتے ہوئے۔ اس لیے ہمیشہ اپنے آپ پر، اپنی کمزوریوں اور کوششوں پر توجہ دینا چاہئے یہی تیاری ہے۔ لیکن مرکزی نکتہ (Focus) اللہ کی خوشنودی ہو تو پھر آدمی نہ تھکتا ہے نہ اکتا جاتا ہے بلکہ ہمیشہ تازہ دم رہتا ہے زندگی کی آخری سانس تک اس لیے کہ اسے اللہ کے حضور اپنی پوری زندگی کا حساب دینا ہے اور آخر دم تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

نتیجہ میں آخرت میں بھی کوئی شخص چاہے وہ اولاد ہو یا بیوی، ماں باپ ہوں یا پڑوسی یا عزیز واقارب یا معاشرہ کے کمزور طبقہ کے لوگ یا غیر مسلم بھائی جن کے ساتھ ہم نے ایک داعی حق کی حیثیت سے عملی طور پر محبت بھرا برتاؤ بھی کیا اور زبان سے اچھے اور نرم انداز میں اللہ کا پیغام رحمت پہنچانے کی کوشش بھی کی ہے، کوئی شخص بھی اپنے حق کا تقاضا نہیں کرسکے گا کہ ہماری نیکیاں انہیں دے دی جائیں اور ہم خلاش ہوجائیں اور فقیر بن جائیں، پھر نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو دوسروں کے گناہ لاد دیے جائیں (ایک متفکر کردینے والی حدیث کے مفہوم کے مطابق)

چنانچہ انصاف کے دن کسی کے حقوق دینے کی پریشانی نہیں ہوگی اور آدمی اللہ کی مغفرت اور، اس کی رضا وخوشنودی کی پہنچتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ونعمت یعنی جنت اور اپنا دیدار کی شکل میں بندہ کو عطا کرتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ذاتی تزکیہ اور نشو ونما کے لیے رہنما اصول وذرائع کیا ہیں۔ رہنما ہمارے لیے اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

ذَالِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۲﴾ سورۃ بقرہ

ترجمہ: ”یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے“۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ﴿۲۱﴾ الاحزاب

ترجمہ: ”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے“۔

رہنمائی ہم کو اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی زندگی میں بہ آسانی واضح طریقہ سے، عام فہم انداز میں اطمینان بخش حد تک مل جاتی ہے جس پر پورے یقین کے ساتھ عمل

کیا جاسکتا ہے۔ اور ان پر عمل کرنا آسان بنادیا گیا ہے رسول ﷺ کی اتباع کے ذریعہ۔ رہنمائی کے لیے قرآن، احادیث اور سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ سینہ کو روشن کردے گا اور طریق عمل اور قوت عمل دے گا۔ بس عمل میں نیت کو اللہ کے لیے خالص کرلینا ہے۔ اور اس میں کسی کو شریک نہیں کرنا ہے ورنہ دنیا میں نہ فرد کی شخصیت بنتی ہے اور نہ ہی آخرت میں اللہ کی خوشنودی اور انعام حاصل ہوتا ہے بلکہ منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈالا جائے گا (صحیح مسلمؒ کی ایک طویل متنبہ کرنے والی حدیث کے مفہوم کے مطابق)

شخصیت کی نشوونما کے لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ بھی دیا ہے جسے رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں سے مالا مال کردیا کہ بندہ اس ماہ میں خوب ریاضتیں کرکے اپنے آپ کو ایمانی، اخلاقی اور عملی لحاظ سے اونچا اٹھائے۔

قرآن دیا جسے پڑھ کر، سمجھ کر، عمل کرنا ہے جو رہنما ہے اور ہر خوبی کا خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ ماہ رمضان میں قرآن ہی اصل ہے، ماہ رمضان کی تمام خوبیاں قرآن ہی کی وجہ سے ہیں۔ اور رحمٰن نے رحمت اللعالمین کے ذریعہ پیغام رحمت یعنی قرآن ہی تو بھیجا تھا۔

رمضان میں قرآن اترا تو ماہ رمضان کے اوقات کو رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں سے مالا مال کردیا۔ رسول عربی ﷺ پر اترا تو رحمت اللعالمین ﷺ کے مقام بلند پر فائز کردیا، صحابہ کرامؓ نے قرآن کو رسول ﷺ کی پیروی میں اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تو رضی اللہ عنہ، ورضوعنہ کے مقام بلند پر پہنچ گئے۔ آج بھی ہم قرآن اور سیرت رسول ﷺ اور احادیث رسول ﷺ پڑھ کر، سمجھ کر اخلاص کے ساتھ قرآن پر عمل اور رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں تو اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوجائیں گے اور دنیا کے اندر بھی عزت وسرفرازی حاصل ہوگی اور آخرت میں مغفرت ونجات۔

رسول اکرم ﷺ آخر کیا لائے تھے؟ صرف قرآن لائے تھے، اسی سے انقلاب انسان اور انقلاب زمانہ لائے تھے۔ اسی سے زندگیوں کو سنوارا اور اسی سے آخرت کو سنوارا۔ اللہ نے روزہ دیا جو تقویٰ کے ذریعہ قرآن پر عمل کرتا ہے۔ روزہ جو ہر آن اللہ کی یاد دلاتا ہے خصوصاً بھوک اور پیاس اور شہوت کے وقت، نتیجہ میں ضبط نفس حاصل ہوتا ہے جو تزکیہ نفس اور ذاتی نشوونما کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اس طرح انسانی بلندیوں کو چھوتا ہے اپنے ہر روپ اور زندگی کے ہر مرحلہ میں۔

تراویح میں قرآن پڑھ کر ایمان ویقین اور احکامات وتعلیمات ربانی کی یاد تازہ کی جاتی ہے۔ اللہ کے حضور کھڑے ہوکر اور رکوع وسجدے کرکے اس کا شکر ادا کیا جاتا ہے اور عمل کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے (ایاک نعبدو ایاک نستعین۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں)

سارے رمضان کا پورا لائحہ عمل ذاتی نشوونما وتزکیہ نفس کے لیے ہے لیکن اجتماعیت کے ساتھ تاکہ ذاتی کوششوں (Sef- Efforts) کے نتائج کئی گنا (Multifold) بڑھ جائیں۔

پھر اعتکاف ہے آخری عشرے میں جس سے یاد الٰہی دل ودماغ میں، جذبات واحساسات میں، عمل ونیت میں رچ بس جاتی ہے اور اس یاد الٰہی سے عزم وارادہ جوان ہوجاتے ہیں اور اس یاد الٰہی کی بنا پر اللہ کی خوشنودی کی طلب دل ودماغ پر چھائی رہتی ہے جو کہ مطلب ہے مقصود تک پہنچنے کے لیے۔ اصل چیز اللہ کی یاد ہی ہے۔

☆ اللہ کی یاد ہے تو اللہ تقویٰ ہے، اس کی خوشنودی کی فکر ہے، اس سے محبت ہے، اس کی اطاعت ہے، ہر عمل میں اخلاص وللّٰہیت ہے۔ اس کا ذکر وشکر وحمد ہے، توکل اور امید ہے۔

☆ اللہ کی یاد ہے تو انصاف کے دن کا خوف ہے، اپنے گناہوں کی معافی کی دعا ہے، توبہ واستغفار ہے۔

☆ اللہ کی یاد ہے تو اللہ کے بندوں سے محبت، ان کے حقوق اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی ہے۔

☆ اللہ کی یاد ہے تو اقامت دین اور دعوت دین کی فکر اور جہد مسلسل ہے۔ رمضان کا پورا حاصل یادِ الٰہی ہی ہے اور یادِ الٰہی ہی انصاف کے دن کی تیاری کراتا ہے۔

اللہ کی یاد نہ ہو تو انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، فرمایا:

وَلَاتَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۳﴾ سورہ حشر

''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں''۔

اللہ کو بھولنے کے نتیجہ میں آدمی اپنے آپ کو بھول جاتا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، میرا مقصد زندگی کیا ہے، میرا اس دنیا سے کیا تعلق ہے، میرا پیدا کرنے والا کون ہے، کیا تقاضے ہیں بندگی رب کے، تو پھر انسان اکیلا اس کائنات میں سرگرداں رہتا ہے۔ اور یہ انسان کی بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔

سورہ انعام کی آیت وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں سر تسلیم خم کروں''..... معلوم ہوا کہ اللہ کا دین اور اللہ کا حکم سب سے پہلے میرے لیے ہے۔ مجھے سب سے پہلے عمل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو مضبوطی سے مجھے اپنے دل ودماغ اور جذبات واحساسات میں بٹھانی ہے۔ اور اس غلط سوچ کو دل ودماغ اور جذبات واحساسات سے نکال پھینکنا ہے جس میں معاشرہ بری طرح ڈوب چکا ہے کہ دین اور احکامات الٰہی دوسروں کے لیے ہیں اس لیے آدمی دوسروں ہی کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ دوسروں کے اندر ہی عیب اور کمزوریاں ڈھونڈتا اور نصیحت، تنقید وتبصرہ کرتا رہتا ہے۔ نتیجہ میں وہ اپنی صورت قرآن اور سیرت نبوی ﷺ کے آئینہ مطہرہ میں نہیں دیکھتا اور اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ اس لیے ذاتی ترقی رک گئی بلکہ انحطاط کی طرف جارہی ہے اور یہ آخرت کی بھی تباہی ہے۔

اپنے آپ پر سب سے پہلے توجہ دینے کی ضرورت واہمیت کو سمجھنے کے لیے قرآن کی ایک اور آیت سے مدد لیتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَاتَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ سورة الحشر

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے''۔

سورہ حشر کی اس آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے اس اہم منشاء کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ہر فرد کو اپنی فکر آپ کرنی ہے اور مرنے کے بعد کی زندگی کی خود ہی کو تیاری کرنی ہے۔

ہر شخص سے مطلب 'میں'، 'آپ' اور 'وہ'، فرداً فرداً ہر شخص اپنے آپ سے سچی محبت کرتے ہوئے کل کی تیاری کرے جب کہ ہر شخص فرداً فرداً اللہ کے حضور حاضر ہوگا اس کی عدالت میں۔ موجودہ زندگی 'آج' ہے اور آج کی زندگی کے بعد کی زندگی 'کل' ہے جس کی فکر کرنے اللہ تعالیٰ چوکنہ کر رہے ہیں کہ کل کی تیاری آج ہی کرنی ہوگی، کل نہیں کر سکتے وہ تو انصاف اور نتائج کا دن ہوگا۔

جب آدمی اپنے آپ سے سچی محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے احکامات وتعلیمات کو اخلاص کے ساتھ مکمل طور پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ نتیجہ میں تمام مطالقہ افراد کے حقوق ادا ہوں گے ہر لحاظ سے چاہے وہ جسمانی آرام ہو، یا ذہنی سکون ہو یا جذباتی آسودگی ہو یا حق کی تلقین ہو یا حق کی دعوت ہو۔

کل کی تیاری ہر شخص کو کرنی ہے اور خود ہی کرنی ہے، ربانی ہدایات کے مطابق کرنی ہے اور رسول ﷺ کی اتباع میں کرنی ہے۔ کل کی تیاری کے دوران جیسا جیسا افراد سے

سابقہ پیش آئے ان کے حقوق اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتا چلا جائے۔ اور جیسے جیسے حالات آتے جائیں ان کا مقابلہ ایمان واخلاق، صبر واستقامت، عزم وہمت، عفوودرگذر اور جہد مسلسل سے کرتا چلا جائے۔ اور کل (آخرت) کا نقشہ سامنے ہو تو تیاری کچھ زیادہ مشکل نہیں، کل (حشر، جنت، جہنم، عدالت وغیرہ) کے حالات کی بار بار یاددہانی ہوتی رہنی چاہئے قرآن کی آیات کے ذریعہ۔ اور جس کل کا ذکر کیا جارہا ہے، وہ کل، کل ہی آسکتا ہے، سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر۔

اہم اور مقدم کام: کل کی تیاری صحیح معنوں میں اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہر قدم اور ہر عمل پر نیت کا جائزہ نہ لیا جائے۔ یہ صحیح ہوجائے تو ہر قدم اور ہر عمل صحیح ہوجائے اور اللہ کے ہاں قبول ہوجائے۔ کل کی تیاری کی ابتدا اندر سے یعنی نیت کی درستگی سے یعنی اخلاص نیت وللّٰہیت ہی سے ہوتی ہے۔

تیاری کی ابتدا: عملی طور پر کل کی تیاری کی ابتدا توبہ واستغفار سے کرنا چاہئے۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو پاک کرلیں گناہوں سے اور اللہ کی ناراضگی کو دور کرالیں، توبہ واستغفار کے ذریعہ پھر پورے عزم وارادہ کی راہ پر ڈال دیں۔ پوری کوشش کے باوجود غلطیاں، بھول چوک، کوتاہیاں، نافرمانیاں وناشکریاں اور گناہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے مستقل توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے۔ توبہ واستغفار اوڑھنا بچھونا ہوجائے تاکہ معافی مل جائے اور اللہ کی رحمت میں داخل ہوں۔ اور یہ احساس بھی رہ رہ کر توبہ واستغفار کرائے کہ عبادات اور ذمہ داریوں ک جس احسن طریقہ سے ادا کرنا تھا، نہ کرسکنے کا احساس اور رحمت اللعالمین ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اخلاق، معاملات، تعلقات کو نہ بناسکنے کا احساس رہ رہ کر ستائے اور توبہ واستغفار کی طرف ڈالے اور ضمیر کو حساس بنا کر جس عمل پر ڈالے یہی آخرت کی یعنی کل کی تیاری ہے۔ اور جن آیات کی نشاندہی کی گئی ہے (توحید اور آخرت کے تعلق سے) کا گہرائی سے مطالعہ اور عمل شروع کردیا جائے۔ اور بندگان خدا سے تعلقات مضبوط رکھنے کے لیے حسن ظن سے کام لیں۔ اور منقطع ہونے سے بچانے کے لیے بدگمانی سے بچیں۔ یہ بنیاد ہے مضبوط تعلقات اور حسن معاشرت کی۔

توحید پر آیات: توحیدی آیات کا مطالعہ اور غور وفکر اور اس پر یقین کے حصول کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کا جس قدر وسیع اور معتدل تصور وعقیدہ اور اس پر یقین ہوگا، اسی قدر فکر وعمل میں وسعت واعتدال لیے ہوئے ہوگا۔ زندگی اپنی پوری وسعت اور اعتدال کے ساتھ کارفرماں ہوگی۔ اور اصل واہم چیز یہی ہے کہ توحید پر جینا ہے اور توحید پر مرنا ہے۔

چند آیات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ویسے تو تقریباً ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کا ذکر ہے۔ سورۃ اخلاص☆ آیت الکرسی☆ سورۃ حشر کا آخری رکوع ☆سورۃ حدید پہلا رکوع☆ سورۃ ق☆سورۃ زمر مکمل ☆سورۃ مومن آیات 7,8 آیات 60 تا 68۔

آخرت پر آیات: ایمان کی مضبوطی اور اللہ کی یاد پر اس لیے بھی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے کہ ایمان کو کمزور کرنے اور بے یقینی کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش اور سازشیں دنیا بھر میں جاری ہیں اس لیے کہ ایمان ہی اصل قوت عمل اور قوت نافذہ ہے۔ اور دوسرا حملہ فحاشی کے ذریعہ اخلاق پر کیا جارہا ہے جو مسلمانوں کو جوہر اور امتیازی شان اور قوت تسخیر دل ہے۔ توحید اور آخرت پر آیات کا مطالعہ استقامت عطا کرے گا۔ چند آیات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ ویسے پورے قرآن میں بار بار آخرت کا ذکر مختصراً یا تفصیل سے آتے رہتا ہے یا اس کا ذکر کر کے یاددلائی جاتی ہے کہ حقیقی اور لامتناہی زندگی آخرت کی ہے۔ سورۃ حدید دوسرا رکوع☆سورۃ ق☆سورۃ الصّٰفّٰت پہلے دو رکوع☆سورۃ ص آیات 49 تا 64☆سورۃ مومن رکوع 2۔

حق یہ ہے کہ پورا قرآن بار بار سمجھ کر پڑھا جائے عمل کے لیے۔

مولانا مفتی محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی۔ کیرلا

اعتکاف کے مقاصد وفوائد

جہاں تک اعتکاف کی بات ہے، تو اعتکاف رمضان کے فوائداور مقاصد کی تکمیل کے لیے ہے، اگر روزہ دار کو رمضان سے پہلے حصہ میں وہ سکون قلب، جمعیت باطنی، فکر وخیال کی مرکزیت، اللہ کی طرف یکسوئی کی دولت، اس کی طرف انابت کی حقیقت اور اس کے در رحمت پر پڑے رہنے کی سعادت حاصل نہیں ہوسکی، تو وہ اس اعتکاف کے ذریعہ اس کا تدارک کرسکتا ہے۔ (ارکان اربعہ، ص: ۲۷۵)

چنانچہ علامہ ابن قیمؒ اعتکاف کے مقاصد وفوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اعتکاف کی روح اور اس کا مقصود یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہوجائے، اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو، مخلوق کے ساتھ اشتغال سے رہائی نصیب ہو، اور حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ اشتغال کی نعمت میسر آئے، اور یہ حال ہوجائے کہ تمام افکار وخیالات، تردداتِ اور ہموم ووساوس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے، ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے، اور ہر احساس وخیال اس کے ذکر وفکر، اس کی رضا وقرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہوجائے، مخلوق سے اُنس کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اُنس پیدا ہو، اور قبر کی وحشت میں جب کوئی اس کا غمخوار نہ ہوگا یہ اُنس اس کا زادسفر بنے۔ یہ ہیں اعتکاف کے عظیم مقاصد''۔ (زادالمعاد: ۲/۸۷

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف مقرر ہونے کی وجہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ اعتکاف کے اسرار اور رمضان کے آخری عشرہ میں مقرر ہونے کی وجہ پر تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیت خاطر، صفائی قلب، ملائکہ (فرشتے) سے مشابہت اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ، نیز طاعت وعبادت کا بہترین و پرسکون موقع ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو عشرہ اواخر (رمضان کا آخری ۲۱/ تا ۳۰) میں رکھا ہے، اور اپنی امت کے محسنین وصالحین کے لیے اس کو سنت قرار دیا ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/۱۳۱)

الغرض معتکف در رحمت پر اس طرح پڑاؤ ڈالتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ درگزر نہیں فرمائیں گے، اس وقت تک اس کی چوکھٹ پر سے نہیں ہٹیں گے۔

بقیہ، ص: ۳۱/ کا...... ☆حرام سے احتراز

رمضان میں بعض جائز کاموں سے روک کر بندہ کو اس بات کا عادی بنایا جاتا ہے کہ حرام سے بچنا اس کے لیے آسان ہوجائے، جو خدا کے حکم پر جائز کاموں سے رکنے کا عادی ہوجائے گا اس کے لیے حرام کاموں سے رکنا اور حرام طور پر کھانے پینے سے اپنے آپ کو بچانا کوئی مشکل نہیں رہے گا۔ رمضان میں بندہ حلال ذرائع سے حاصل کیے ہوئے مال کو بھی کھانے پینے سے احتراز کرتا ہے، صرف اس وجہ سے کہ اللہ نے کھانے پینے سے منع کیا ہے، تو جس اللہ نے روزے کے اوقات میں حلال کھانے پینے سے منع کیا ہے اسی اللہ نے سال کے بقیہ ایام میں حرام کھانے پینے سے منع کیا ہے، اس لیے جس طرح ہم رمضان میں حلال کھانے پینے سے باز رہتے ہیں ہمارے لیے ضروری ہے کہ پورے سال حرام کھانے پینے سے باز رہیں۔

یہ وہ چند باتیں تھیں جن کی تربیت رمضان کے روحانی تربیتی کیمپ میں دی جاتی ہے، اگر ہم سال بھر ان باتوں پر کاربند رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا کیمپ میں شریک ہونا کامیاب رہا، اور اگر رمضان گزرنے کے بعد 'وہی رفتار بے ڈھنگی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے' والا معاملہ رہا تو پھر سمجھیے کہ رمضان کے تربیتی کیمپ میں شریک ہونا بے مقصد رہا۔

ڈاکٹر مفتیہ رقیہ شکیل خان۔ عربک لیکچرر مکرم جاہ جونیئر کالج حیدرآباد

فضائل لیلۃ القدر

لیلۃ القدر انتہائی برکت والی رات ہے اور اس رات میں عبادت کرنے کی فضیلت قرآن وحدیث میں مذکور ہے۔ جیسا کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جس نے اس رات میں ایمان واخلاص کے ساتھ شب بیداری کرکے عبادت کی اللہ تعالیٰ اس کی سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے۔ لہٰذا اس مقدس رات کو ہرگز ہرگز غفلت میں نہیں گزارنا چاہئے۔ اس رات کو عبادت، توبہ واستغفار کی کثرت کرنا چاہئے۔ اس رات میں عبادت کرنے والے کو ایک ہزار ماہ یعنی تراسی سال چار ماہ سے بھی زیادہ عبادت کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا خاص الخاص کرم ہے کہ یہ عظیم رات صرف اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو عطا کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

انا انزلنٰہ فی الیلۃ القدر، وماادارک ما لیلۃ القدر، لیلۃ القدر ، خیرمن الف شھر، تنزل الملائکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر، سلٰم ھی حتیٰ مطلع الفجر (سورہ قدر)

’’بے شک ہم نے اس شب قدر میں اتارا اور تم نے جانا کیا ہے شب قدر؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں اپنے رب عزوجل کے حکم سے، ہر کام کے لیے وہ سلامی ہے، صبح چمکنے تک‘‘۔

مفسر کرام اس سورہ قدر کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل فرمایا۔ پھر تقریباً تئیس برس کی مدت میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر بتدریج نازل کیا۔

تفسیر عزیزی وغیرہ میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امتوں کی طویل عمروں اور اپنی امت کی قلیل عمروں کو ملاحظہ فرمایا تو غمخوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل شفقت سے بھر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوگئے کہ میری امت کے لوگ اگر خوب خوب نیکیاں کریں جب بھی ان کی برابری نہیں کرسکیں گے۔ چنانچہ اللہ کی رحمت جوش پر آئی اور اس نے اپنے پیارے حبیب کو لیلۃ القدر عطا فرمائی۔

لیلۃ القدر میں عبادت کرنا افضل ترین عبادت ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب ماہ رمضان تشریف لایا تو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایک مہینہ آیا ہے، جس میں ایک رات ایسی بھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا تمام کی بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے (ابن ماجہ)

ایک طویل حدیث ہے جسے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے روایت کیا ہے اس میں شب قدر کے بارے میں حضور کا یہ فرمان عالی شان نقل کیا گیا ہے۔ جب شب قدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک سبز

جھنڈا لیے فرشتوں کی بہت بڑی فوج کے ساتھ زمین پر نزول فرماتے ہیں اور اس سبز جھنڈے کو کعبہ معظمہ پر لہرا دیتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سو بازوؤں میں جن میں سے دو بازو صرف اسی رات کھولتے ہیں وہ بازو مشرق و مغرب میں پھیل جاتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ جو کوئی مسلمان آج رات قیام میں، نماز میں یا ذکر اللہ میں مشغول ہے، اس سے سلام و مصافحہ کرو، نیز ان کی دعاؤں پر آمین بھی کہو۔ چنانچہ صبح تک یہی سلسلہ رہتا ہے، صبح ہونے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کو پھر واپس چلنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حاجات کے بارے میں کیا کیا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے ان لوگوں پر خصوصی نظر کرم فرمائی اور چار قسم کے لوگوں کے علاوہ تمام لوگوں کو معاف فرمادیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار قسم کے لوگ کون سے ہیں۔ ارشاد فرمایا (۱) ایک تو عادی شرابی (۲) والدین کے نافرمان (۳) قطع رحمی کرنے والے (یعنی رشتہ توڑنے والے) (۴) وہ جو آپس میں بغض و کینہ رکھتے ہیں اور آپس میں قطع تعلق کرنے والے (الترغیب والترہیب)

اس لیے اس رات میں جس نے کسی کا دل توڑا ہو، نافرمانی کی ہو، حق تلفی کی ہو اور رشتہ توڑا ہو، تو فوراً معافی مانگ لیں اور جس سے معافی مانگے اسے چاہئے کہ وہ معافی مانگنے والے کو اللہ کی رضا کے لیے معاف کردیں۔

عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تاکہ ہم کو شب قدر بتائیں کہ کس رات میں ہے۔ دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتاؤں لیکن فلاں فلاں شخص جھگڑ رہے تھے۔ اس لیے اس کا تعین اٹھالیا گیا اور ممکن ہے کہ اسی میں تمہاری بہتری ہو۔ اب اس کو (آخری عشرے کی) نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں ڈھونڈوں (بخاری)

لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں چند افراد کو شب قدر خواب میں آخری سات راتوں میں دکھائی گئی اور حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب آخری سات راتوں میں متفق ہوگئے ہیں، اس لیے اس کا تلاش کرنے والا، اسے آخری سات راتوں میں تلاش کر۔ (بخاری)

جن راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ مثلاً رمضان المبارک کا آخری عشرہ یا کم از کم طاق راتوں میں عبادت کا خاص اہتمام ہونا چاہئے اور خاص کر ستائیسویں شب کہ اس رات کو غفلت میں گنوانا ہی نہیں چاہئے۔ ستائیسویں رات کو خصوصاً توبہ واستغفار اور ذکر و درود کی تکرار میں گزارنا چاہئے اور شب قدر میں بطور خاص یہ دعا کرنا چاہئے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت بابرکت میں عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا علم ہوجائے تو کیا پڑھوں تو حضورؐ نے فرمایا: اس طرح دعا مانگو۔

اللھم انک غفور تحب العفو فاعف عنی (مشکوٰۃ)

یعنی اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے اور معافی دینے کو پسند بھی کرتا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی معاف فرمادے۔

اور جو رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں غسل کرے نماز کی نیت سے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دے گا، پاؤں دھونے سے پہلے (فضائل الشہور والایام)

جس نے شب قدر میں تین مرتبہ پورا کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا تو پہلی مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیتا ہے اور دوسری مرتبہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ جہنم سے آزاد فرمادیتا ہے اور تیسری مرتبہ پڑھنے سے داخلِ جنت فرمادیتا ہے (درۃ الناصحین)

احمد نور عینی۔ استاذ: المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد

ماہِ رمضان روحانیت کا تربیتی کیمپ

اللہ تعالی نے انسانوں کے اندر ملکوتی (روحانی) تقاضے بھی رکھے ہیں اور حیوانی تقاضے بھی، حیوانی تقاضوں میں تین تقاضوں کو مرکزی اور اساسی حیثیت حاصل ہے: کھانا پینا، سونا اور جنسی خواہش پوری کرنا، یہ تینوں حیوانی تقاضے انسان کی فطرت (Nature) میں رکھ دیے گئے ہیں، اسلام چوں کہ دینِ فطرت (Natural Religion) ہے اس لیے اس نے ان تینوں تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، ان تقاضوں کو پورا نہ کرنا ہی دراصل 'رہبانیت' ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، ان فطری تقاضوں کو نظر انداز کرنا اسلام اور پیغمبر اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ ہے، واقعہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ چند صحابہ نے ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھا، پھر ان میں سے ایک نے قسم کھائی کہ وہ رات بھر عبادت کرے گا، رات میں کبھی نہیں سوئے گا، دوسرے نے قسم کھائی کہ وہ جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے کبھی عورتوں سے قریب نہیں ہوگا، تیسرے نے قسم کھائی کہ وہ روزانہ روزہ رکھے گا، آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ سخت ناراض ہوئے، آپ نے فرمایا کہ سن لو میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور میں تم میں سب سے زیادہ تقوی اختیار کرنے والا ہوں؛ لیکن میں (نفلی) روزے کبھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو میرے طریقے سے منہ موڑے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا (بخاری: کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث: ۴۷۹۳)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے جہاں ملکوتی تقاضے (عبادت و ریاضت) کی تکمیل کا حکم دیا ہے وہیں حیوانی تقاضے (کھانا پینا، سونا اور جنسی خواہش) کی تکمیل کا بھی حکم دیا ہے۔ اسلام نے دونوں کا خیال رکھا ہے البتہ ملکوتی و روحانی پہلو کو غلبہ دیا ہے، یعنی دونوں طرح کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے البتہ روحانیت کا پلڑا غالب رہنا چاہیے، یہیں سے اسلام اور دیگر مذاہب و تہذیب کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے، دیگر مذاہب مثلاً عیسائیت و ہندومت کے علم برداروں نے حیوانی و فطری تقاضوں کو بالکل ہی نظر انداز کردیا، جس کی وجہ سے یا تو وہ جسمانی مصیبتوں میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوگئے یا ناجائز طریقوں پر اپنے تقاضے پورے کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس کے برعکس جدید تہذیبوں مثلاً مغربی تہذیب نے حیوانی اور فطری تقاضوں کی تکمیل کو ہی زندگی کا مقصد قرار دے دیا جس کی وجہ سے انسان جانوروں کے مشابہ ہوگیا۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس نے دونوں کی اہمیت کو پیش نظر رکھا ہے اور روحانی تقاضوں کو حیوانی تقاضوں پر یک گونہ فوقیت دی ہے۔

رمضان کا مہینہ بھی اسی مقصد کے لیے ہے کہ سال بھر میں روحانیت مغلوب ہوگئی ہو یا حیوانی خصوصیتیں طاقت ور ہوکر روحانیت کے برابر پہنچ گئی ہوں تو ایک مہینہ کی عبادت و ریاضت کے ذریعے روحانی خصوصیتوں کو طاقت ور کیا جائے اور حیوانی خصوصیتوں کو مغلوب کیا جائے، چناں چہ دن میں روزہ کا حکم دے کر کھانے پینے اور جنسی خواہش پوری کرنے کا حصہ کم کردیا گیا، اور رات میں تراویح مسنون کرکے اور نوافل کی ترغیب دے کر سونے کا حصہ کم کردیا گیا، دوسری طرف اللہ تعالی نے اس بات کا خصوصی اہتمام کیا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ عبادت میں مشغول ہوکر اپنی روحانیت کو مضبوط کرسکیں۔ چناں چہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اذا کان اول لیلة من شهر رمضان صفدت الشیاطین ومردة الجن، وغلقت ابواب النار، فلم یفتح منها باب، وفتحت ابواب الجنة فلم یغلق منها باب، وینادی مناد: یا باغی الخیر اقبل، ویا باغی الشر اقصر، ولله عتقامن النار، وذلك كل ليلة" (ترمذی: ابواب الصوم، باب ماجا فی فضل شهر رمضان، حدیث: ٦٧٣)

جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور

مردود جنات جکڑ دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور ایک آواز لگانے والا آواز لگاتا ہے: اے خیر کے کرنے والے آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے پیچھے ہٹ، اور اللہ کی طرف سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، ایسا (رمضان کی) ہر رات میں ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے گا اور رات میں قیام کرے گا اللہ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ (بخاری: کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا واحتسابا، حدیث: ۱۸۱۷، وکتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، حدیث: ۱۹۲۶)

اللہ تعالے نے اس مہینہ میں عبادت کے کئی مواقع فراہم کیے ہیں جن میں تراویح، شب قدر اور اعتکاف قابل ذکر ہیں، اللہ کی طرف سے کیے جانے والے اس اہتمام کے بعد اور اللہ کی طرف سے فراہم کیے جانے والے ان مواقع کے باوجود اگر کوئی اپنے گذشتہ گناہوں کو معاف نہ کروائے اور ریاضت وعبادت کر کے اپنی روحانیت کو حیوانی خصوصیات پر غالب نہ کرے تو اس سے بڑا ناکام ونامراد کون ہوسکتا ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

”رغم انف رجل دخل علیه رمضان ثم انسلخ قبل ان یغفر له“۔ (ترمذی: ابواب الدعوات، حدیث: ۳۶۲۲)

نامراد ہو وہ شخص، جس نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی وہ اپنی بخشش نہ کرواسکا۔

رمضان کا مہینہ روحانی خصوصیتوں اور ملکوتی تقاضوں کو حیوانی خصوصیات کے بالمقابل طاقتور کرنے کا ایک ذریعہ اور بہانہ ہے، اس مہینہ میں کئی باتوں کی تربیت دی جاتی ہے گویا یہ مہینہ روحانیت کا تربیتی کیمپ ہے جو ہر سال ایک مہینہ کے لیے لگایا جاتا ہے، اس ماہ میں جن باتوں کی تربیت دی جاتی ہے ان میں سے چند اہم کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

☆ تقوی

یہ وہ صفت ہے جس کا ذکر قرآن کی اسی آیت میں موجود ہے جس میں رمضان کے روزے فرض ہونے کا حکم موجود ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (بقرة : 183)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے آنے والی امتوں پر فرض کیے گئے تھے؛ تاکہ تمہارے اندر تقوی پیدا ہو۔

تقوی کسے کہتے ہیں؟ تقوی کہتے ہیں اللہ سے محبت اور اس کی ناراضگی کے خوف کی وجہ سے اللہ کی منع کی ہوئی باتوں سے بچنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا، اور جہاں تک ہوسکے سنتوں کی پیروی کرنا اور مستحبات پر عمل کرتے ہوئے خلاف مستحب اور خلاف سنت باتوں سے اجتناب کرنا (دیکھیے: آسان تفسیر قرآن مجید از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، سورہ یونس، آیت: ۶۳)۔ جس کے اندر تقوی کی صفت حقیقی معنوں میں پیدا ہوجائے وہ اللہ کا ولی بن جاتا ہے، قرآن کہتا ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون، الذین آمنوا وکانوا یتقون (یونس: ۶۳)

سنو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں انھیں نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، (اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور انھوں نے تقوی اختیار کیا۔

☆ قرآن کریم سے لگاؤ

رمضان کا قرآن سے بہت خاص تعلق ہے، اللہ تعالی نے رمضان کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا (بقرہ: ۱۸۵)۔ جس کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اس کے ذریعہ تعارف کرایا جاتا ہے، یہاں رمضان کا تعارف قرآن کے ذریعہ کرایا گیا، قرآن کے اس اسلوب سے قرآن کی اہمیت کا اندازہ اور رمضان کے ساتھ اس کے خصوصی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب رمضان آتا تو نبی کریم ﷺ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور سننے سنانے کا اہتمام فرماتے تھے (بخاری ومسلم)۔ ہمارے نبی ﷺ کے اس عمل میں امت کے لیے یہ پیغام ہے کہ رمضان کے مہینہ میں قرآن کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ قرآن کی طرف توجہ دینے کی دو صورتیں ہیں: ایک قرآن کی تلاوت اور دوسرے قرآن کو سمجھنا۔ جس آیت میں رمضان کا تعارف قرآن کے ذریعہ کرایا گیا اس میں قرآن کے بارے

میں یہ بات بھی ذکر کی گئی ہے کہ قرآن لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت، ہدایت کی واضح دلیلوں پر مشتمل اور حق وباطل میں فرق کرنے والا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ قرآن کا ذریعہ ہدایت ہونا، ہدایت کی باتوں پر مشتمل ہونا اور حق وباطل میں فرق کرنے والا ہونا اسی وقت سمجھ میں آئے گا جب قرآن کو سمجھا جائے اور اس کے معنی ومفہوم میں غور کیا جائے۔ اس لیے رمضان میں اس کی کوشش کی جانی چاہیے کہ قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآن کو سمجھنے کی بھی کوشش کی جائے۔ اور رمضان میں اس کی عادت ڈال کر پورے سال اس عادت کو باقی رکھا جائے۔

اگر رات میں نفل نمازوں میں قرآن کی تلاوت کی جائے تو اس کی فضیلت اور بڑھ جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اس کو دن میں کھانے پینے اور خواہشات پوری کرنے سے روکے رکھا، لہذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمایئے، اور قرآن کہے گا: میں نے اس کو رات میں سونے سے روکے رکھا، لہذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمایئے، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی (مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص، حدیث:۶۶۲۶)۔

☆خدا کی یاد اور اس کے خوف کا استحضار:

رمضان میں جن باتوں کی تربیت دی جاتی ہے ان میں ایک اہم بات خدا کی یاد کو ذہن میں تازہ رکھنا اور خدا کے خوف کو ہمیشہ مستحضر رکھنا ہے، اور اس بات کو دماغ میں بیٹھا لینا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ غور کیجیے کہ بندہ روزے کے دنوں میں گھر کی تنہائی میں ہوتا ہے وہ اگر چاہے تو چھپ کر کچھ کھا پی سکتا ہے؛ لیکن وہ کھانے پینے کے ارادے سے بھی اپنے کو دور رکھتا ہے، اسی طرح وہ وضو کرتا ہے، پیاس شدت کی لگی ہوتی ہے، کلی کرتے ہوئے پانی اس کے حلق کے نزدیک پہنچ جاتا ہے، مگر وہ ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے اتارنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، ایسا صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات گردش کر رہی ہوتی ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ بندہ اگر اپنے ذہن میں یہ بات بیٹھا لے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو تنہا یہ بات اس کو گناہوں سے بچانے کے لیے کافی ہوگی۔

☆ناداروں اور محتاجوں کی ہمدردی

آدمی جب خود بھوکا ہوتا ہے تو اسے دوسروں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے، جس آدمی کا پیٹ بھرا ہوا رہتا ہوا سے بھوکوں کی بھوک کیا احساس ہوگا، رمضان میں بندوں کو بھوکا پیاسا رکھ کرا سے دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس دلایا جاتا ہے، تا کہ اس کے اندر ناداروں اور محتاجوں کی ہمدردی پیدا ہو، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس مہینہ کو ''شھر المواساۃ'' یعنی غم خواری کا مہینہ قرار دیا (صحیح ابن خزیمہ: کتاب الصیام، ابواب فضائل شہر رمضان، حدیث:۱۷۸۰)۔ روزہ داروں کو افطار کرانے کی فضیلت بھی اسی لیے بتائی گئی کہ بھوکوں کو کھلانے کا عملا آغاز رمضان ہی میں کر دیا جائے، روزہ دار چاہے امیر ہو یا غریب بھوکا ہی رہتا ہے، روزہ دار کو کھلانے کا مطلب بھوکے کو کھلانا ہے، افسوس کہ آج کل افطار پارٹی ایک رسم بن کر رہ گئی۔

☆سخاوت وفیاضی

بھوکے ہونے کا احساس جب انسان کے اندر پیدا ہوگا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بارے میں فکرمند ہوگا، اور اللہ کے راستے اللہ کے بندوں پر اپنا مال خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لے گا۔ اس لیے رمضان کے تربیتی کیمپ میں اس کو شامل رکھا گیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان میں تو یہ سخاوت بہت زیادہ بڑھ جاتی تھی (بخاری: کتاب الصوم، باب اجود ما کان النبی ﷺ، حدیث: ۱۸۱۸)۔ آپ ﷺ کے اس عمل مبارک میں امت کے لیے یہ پیغام ہے کہ وہ رمضان میں سخاوت اور فیاضی کے ساتھ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کریں۔ آج کل لوگ زکوۃ دے کر سمجھتے ہیں کہ بس ہوگیا، حالاں کہ زکوۃ دینا تو ضروری اور فرض ہے، یہ سخاوت میں نہیں آتا، سخاوت تو یہ ہے کہ نفل صدقات اور عطیات کے ذریعہ لوگوں کی مدد کی جائے۔

☆لڑائی جھگڑے سے دوری

آپسی اختلافات اور معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑے ہمارے سماج میں معمول کی بات ہوگئی، اکثر جھگڑے قوت برداشت (Tolerance) کی کمی کی وجہ سے ہوتے ہیں، رمضان کے مہینے میں مزاج کے خلاف باتوں کو برداشت کرنے کی تربیت دی جاتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''روزہ ایک ڈھال ہے، لہذا روزے میں کوئی شخص بری بات نہ کہے اور نادانی کے کام نہ کرے، اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا گالی دے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں''۔

(بخاری : کتاب الصوم، باب فضل الصوم، حدیث:۱۸۰۸)

ذرا سوچیے کہ اگر ہمارے سماج میں جھگڑا کرنے والوں سے اپنے کو دور رکھنے اور گالی دینے والوں کو برداشت کرنے کی صفت پیدا ہوجائے تو سماج میں کتنا سکھ اور چین رہے گا۔

☆اخلاص

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں ریاکاری کو دخل نہیں ہے، آدمی جب تک اپنے روزے دار ہونے کا اظہار نہ کرے اس کا روزہ لوگوں سے چھپا ہوا رہے گا، لہذا روزہ ایک ایسی عبادت جس میں مکمل اخلاص پایا جاتا ہے۔ روزے کے ذریعہ اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ جس طرح تم روزہ رکھ کر اخلاص کا ثبوت دے رہے ہو، اسی طرح دیگر عبادتوں میں بھی اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرو، روزہ چوں کہ خالص اللہ کے لیے رکھا جاتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ روزہ کا بدلہ میں خود دوں گا، یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔ (بخاری: کتاب التوحید، باب ذکر النبی ﷺ، حدیث: ۷۱۴۰)

☆عبادت کی روح پر نظر

اسلام کوئی رسم ورواج کا دین نہیں ہے کہ جیسے تیسے کچھ اعمال کر لیے جائیں؛ بل کہ اسلام میں عمل کی روح اور اس کی حقیقت مطلوب ہے، اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان حقیقت میں وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، مومن حقیقت میں وہ جس سے لوگوں کی جان ومال محفوظ رہے، اور مہاجر حقیقت میں وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے، ان احادیث کا ماحصل یہی ہے اسلام میں اعمال کی حقیقت اور روح مطلوب ہے، کوئی شخص ہجرت کرلے اور وہ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو نہ چھوڑے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ہجرت کو ایک رسم سمجھ لیا وہ ہجرت کی روح کو نہیں سمجھ سکا۔ رمضان کے مہینہ میں بھی اس بات کی تربیت کی جاتی ہے کہ بندے کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ اسلام میں عبادت کی حقیقت وروح مطلوب ہے؛ چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ بندہ کھانا پینا چھوڑ دے'' (بخاری: کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور، حدیث: ۱۸۱۹)

جو لوگ روزہ کو ایک رسم سمجھ کر رکھ لیتے اور روزے کے دوران اپنے نفس کو اور اپنے دل ونگاہ کو قابو میں نہیں رکھتے ان کا روزہ خدا کے یہاں کوئی وزن نہیں رکھتا؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بعض روزہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ سوائے بھوکے رہنے کے ان کو روزے کا کوئی حصہ نہیں ملتا، اور بعض راتوں میں عبادت کرنے والے ایسے ہیں کہ سوائے جاگنے کے انہیں ان کی عبادت کا کوئی حصہ نہیں ملتا'' (ابن ماجہ: کتاب الصیام، باب ماجا فی الغیبۃ والرفث للصائم، حدیث: ۱۶۹۵)۔

☆صبر

رمضان سراپا صبر کا مہینہ ہے، بھوک لگی ہو، پیاس لگی ہو، جنسی خواہش پوری کرنے کا تقاضا ہو ہر حالت میں انسان صبر کرتا ہے، اسی طرح کوئی گالی دے، جھگڑا کرے، برا بھلا کہے تو ایسی صورت میں بھی حکم ہے کہ صبر کیا جائے، گویا رمضان کا مہینہ انسان کو صبر کا عادی بناتا ہے؛ آپ ﷺ نے رمضان کا تعارف کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے'' (صحیح ابن خزیمہ: کتاب الصیام، ابواب فضائل شہر رمضان، حدیث: ۱۷۸۰)

جس کے اندر صبر کی صفت پیدا ہوجائے تو پھر اس کا بیڑا پار ہے، سورۃ العصر میں جن لوگوں کو کامیاب بتایا گیا ہے ان کی ایک صفت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ صبر کی تلقین کرتے ہیں، سورہ دھر میں بتلایا گیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشم دیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے:

"وجزاھم بماصبروا جنۃ وحریرا" (دھر: ۱۲)

ان کے صبر کے بدلے (ان کا رب) انھیں جنت اور ریشم عطا کرے گا۔

اردو میں جب صبر بولا جاتا ہے تو اس کا ایک محدود مفہوم مراد لیا جاتا ہے اور وہ ہے کسی مصیبت کو برداشت کرنا، جب کہ قرآن وحدیث میں اس کا معنی اردو والے معنی سے وسیع تر ہے، اور وہ معنی ہے مزاج کے موافق کسی بات کو برداشت کرنا، اس کی تین صورتیں ہوسکتی

ہیں شریعت نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اور طبیعت اس کام کے کرنے پر آمادہ نہ ہو پھر بھی اس کام کو کرنا، دوسرے یہ کہ شریعت نے کسی کام سے روکا ہو اور اس سے رکنا نفس پر شاق گزر رہا ہو، مگر پھر بھی اس کام سے رکنا، تیسری صورت کسی مصیبت پر صبر کرنا، یہاں رمضان کو جو صبر کا مہینہ بتایا گیا ہے تو اس سے اردو والا محدود معنی مراد نہیں ہے۔

☆جنسی خواہشات پر کنٹرول

آپ ﷺ نے روزہ کو ایک ڈھال بتایا ہے، یعنی روزہ نفس کے اور شیطان کے حملوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے، نفس اور شیطان کے حملوں میں ایک بہت بڑا اور پر خطر حملہ انسان کے اندر جنسی ہیجان پیدا کر کے اس کو بدکاری پر آمادہ کرنا ہے، روزے کے ذریعہ اس حملے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے نوجوانو! تم میں جو شخص گھر بسانے پر قادر ہو تو وہ شادی کر لے ؛ کیوں کہ شادی کرنے سے نگاہ نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے، اور جو گھر بسانے پر قادر نہ ہو تو وہ روزے رکھے، کیوں کہ روزہ ڈھال ہے'' (بخاری: کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباۃ فلیصم، حدیث:۴۷۹۶)۔

گویا رمضان کا مہینہ ہمیں ایک ایسی ڈھال استعمال کرنے کی تربیت دیتا ہے جس سے ہم نفسانی اور شیطانی حملوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ کر جنسی بے راہ رویوں سے بچ سکتے ہیں۔

☆غلو سے اجتناب

شریعت پر عمل کرنے میں کوتاہی جس طرح گمراہی کا ذریعہ ہے اسی طرح کسی حکم پر عمل کرنے میں غلو بھی گمراہی کا سبب ہے، رمضان کا مہینہ اس بات پر ہماری تربیت کرتا ہے کہ کوئی عمل خدا کے یہاں کتنا ہی محبوب کیوں نہ ہو، اس میں غلو کسی طور پسندیدہ نہیں، وہ اس طرح کہ خدا کے لیے بھوک اور پیاس برداشت کرنا خدا کے یہاں اتنا محبوب ہے کہ روزے دار کے منہ کی بو خدا کے یہاں مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے، مگر اس کے باوجود کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اس میں غلو کرے اور افطار کا وقت ہونے کے باوجود بھی بھوکا پیاسا رہے یا بن سحری کے روزہ رکھے؛ چناں چہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لوگ جب تک افطار میں جلدی کریں گے برابر خیر پر رہیں گے'' (بخاری : کتاب الصوم، باب تعجیل الافطار، حدیث: ۱۸۷۴)

اسی طرح آپ ﷺ نے سحری کے بارے میں فرمایا:

''سحری کرو؛ کیوں کہ سحری میں برکت ہے'' (بخاری: کتاب الصوم، باب برکۃ السحور، حدیث:۱۸۴۰)

☆ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ

اسلام کی نظر میں انسان ہونے کی حیثیت سے سارے انسان برابر ہیں، سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا، اسی لیے کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر اسی طرح کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے، ہاں البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سماجی اور معاشی ضروریات کی وجہ سے کوئی کسی کا غلام یا خادم بن جائے، مگر غلام یا خادم بننے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آقا یا مالک اپنے ماتحتوں کے ساتھ جیسا چاہے ویسا سلوک کرے، بل کہ ضروری ہے کہ وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور نرمی کا برتاؤ کرے، رمضان کے یہ مبارک مہینہ اس بات کی بھی تربیت دیتا ہے کہ ماتحتوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے؛ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' جو شخص اس مہینہ میں اپنے ماتحتوں سے کاموں کے بوجھ کو کم کردے گا اللہ تعالی اسے جہنم سے آزادی عطا فرمائیں گے'' (صحیح ابن خزیمہ: کتاب الصیام ، ابواب فضائل شہر رمضان، حدیث:۱۷۸۰)

☆وقت کی پابندی

اسلام کی تقریباً بڑی عبادتوں میں وقت کی پابندی کو ملحوظ رکھا گیا ہے، نماز اور حج میں تو یہ پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے، روزے کے دورانیہ کو بھی شریعت نے وقت سے جوڑ کر روزے داروں کو وقت کی پابندی کرنے کی تربیت دی ہے، غور کیجیے کہ سحری کا وقت ختم ہونے کے چند منٹ بعد اگر ہم سحری کرتے ہیں تو ہمارے روزے کا کوئی اعتبار نہیں، اگر شام تک ہم بھوکے رہ بھی گئے تو بھی ہمیں اس روزے کی قضا کرنی ہوگی، بالکل یہی معاملہ افطاری میں بھی ہے کہ اگر ہم چند منٹ پہلے بھی افطار کرلیں تو ہمارے روزہ کا کوئی اعتبار نہیں اور سوائے بھوکے پیاسے رہنے کے ہمیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس سے وقت کی پابندی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔.......... بقیہ ص:۴۴ پر

سیدہ تبسم منظور ناڈکر۔ممبئی،نائب ایڈیٹر گوشہ خواتین واطفال اسٹار نیوز ٹوڈے

رمضان المبارک کی آمد

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی رحمتیں، برکتیں، نعمتیں اور رونقیں ایسی ہیں کہ پورا سال اس مبارک مہینے کا انتظار ہر مسلمان کو رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے بازاروں میں ماہ رمضان کی تیاریاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں۔لوگ رمضان کی تیاری کے حوالے سے بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔

اس موقع پر جہاں کئی لوگ اپنے گھروں کو سجانے کے لئے مختلف اشیاء خرید رہے ہیں وہیں سحری اور افطاری کے لئے بھی کھانے پینے کی اشیاء کے لئے بازار سجائے جاتے ہیں۔رمضان کا مہینہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات میں سے ایک احسان ہے جو اللہ رب العالمین کی طرف سے اپنے مومن بندوں کو عطا ہوتا ہے۔

ماہ رمضان المبارک کی آمد ہے۔ چند ہی دنوں بعد رمضان المبارک کی انوار و برکات ہم پر سایہ فگن ہوگی . رمضان المبارک ہزاروں برکتوں، رحمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہم پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ہر بندہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس مبارک ماہ کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔اس ماہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے سب سے ضروری یہ ہے کہ اپنے دلوں کو صاف و پاک کرلیں، روٹھوں کو منالیں، پچھلی ساری کوتاہیوں، لغزشوں، گناہوں سے توبہ کرلیں۔اپنے ظاہر و باطن کو پاک و صاف کر کے رمضان المبارک کا استقبال کریں۔

رمضان المبارک کی آمد پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔اور فرشتے صدا لگاتے ہیں اے نیک بندوں اور خوش نصیبوں! اعمال صالحہ کے لئے بارگاہ خداوندی کی طرف آؤ، مساجد کی طرف آؤ۔ یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں چھوٹے سے چھوٹے عمل پر بھی بہت ثواب ملتا ہے۔

اللہ رب العالمین کا شکر ہے کہ ہم مومن ہیں اور اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔اور ایمان والوں پر ہی روزہ فرض کیا گیا ہے۔رمضان المبارک کا آغاز ہونے والا ہے۔ ہمیں اس مہینہ کے روزوں سے تقویٰ حاصل کرنا ہے۔مومن بندہ رمضان المبارک میں ایک ماہ تک بھوک و پیاس برداشت کرتا ہے تو اس کو احساس ہوتا ہے کہ فاقہ، بھوک اور پیاس کسے کہتے ہیں اور غریب لوگوں پر کیا گزرتی ہوگی، اور ان کا بھوک سے کیا حال ہوتا ہوگا۔اس طرح ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔روزے میں بندے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بھوک و پیاس برداشت کرنی پڑتی ہے۔روزے سے صبر پیدا ہوتا ہے۔

ہم رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں قدم رکھ رہیں ہیں۔رمضان کا مہینہ آتے ہی نیکیوں کی کھیتیاں لہلہا اُٹھتی ہیں اور برائیوں کے کھیت خشک ہونے لگتے ہیں۔رمضان کا مہینہ عبادتوں کا موسم بہار، نور اور رونقیں لے کر آتا ہے۔ اور مومن بندوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑ جاتی ہے۔جو رحمتوں، نعمتوں اور برکتوں سے لبریز ہوتی ہے۔ہم سب اس ماہ مبارک کا خلوص دل کے ساتھ خیر مقدم کرتے ہیں۔اس لئے کہ یہی مہینہ ہے جو ایمان و عمل میں جلا بخشتا ہے۔صبر و اخلاق اور روحانی طاقتوں میں اضافہ کرتا ہے۔اور مومنوں کے لئے ہر سال پوری دُنیا پر یہ سایہ فگن ہوتا ہے اس لئے ہر سال پوری دُنیا کے مسلمان اس مبارک مہینہ کا استقبال خوش دلی سے کرتے ہیں کیونکہ یہ عبادتوں کا اور اعمال صالحہ کا جشن عام کا وقت ہوتا ہے۔اس میں امیر و غریب ایک دوسرے سے فیض یاب ہوتے ہیں۔اس مبارک ماہ کا نہایت ذوق و شوق کے ساتھ اہتمام کیا جائے۔تراویح بھی اس ماہ کا بہت بڑا تحفہ ہے۔روزہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم پرہیزگار بنو (تقویٰ اختیار کرو)''

نہاں نورین (نور) ریسرچ اسکالر سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد

فکرِ سرسیّد کے اساسی پہلو

سرسید احمد خاں ایک مختلف الحیثیات شخص تھے۔ وہ واقعتاً جدید ذہن کے مالک تھے۔ سرسید احمد خاں کو برصغیر میں مسلم علحدگی پسندی کا بانی قرار دے کر کوئی انھیں اچھا کہتا ہے تو کوئی بُرا۔ تقریباً ایک صدی کے گزر جانے کے بعد بھی ان کا نام آج بھی زندہ جاوید ہے۔ سرسید انیسویں صدی کی اہم آواز ہے۔ سرسید وہ شخص ہے جو اپنے زمانے میں ایک صدی آگے کی بات کرتے تھے۔ اور آج ہم اکیسویں صدی میں قدم رکھ چکے تو یوں لگتا ہے کہ مسلم برصغیر فکری طور پر ترقی معکوس پر چل رہی ہے۔ ان کی ولادت ایسے تاریکی زمانے میں ہوئی جس میں قوم ظلم وستم کا شکار تھی۔ سرسید نے ایسے میں قوم کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔

ان کے نظریات اور عقائد سے وہ ہندوستانیوں اور خاص طور سے مسلمانوں کے سچے خواہ تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ سیاست سے دور ہوتے ہوئے اپنے تمام تر توجہ تعلیم کے حصول کے لیے دے تا کہ وہ دوسروں کے برابر مقام حاصل کر سکے۔ سرسید ہندو مسلم اختلافات کو ختم کر کے اتحاد کی راہ پر گامزن ہونے کے قائل تھے۔ سرسید کی سیاسی حکمت عملی کی بنیاد دو قومی نظریہ تھا۔ سرسید نے مسلمانوں کو ایک علاحدہ قوم ثابت کیا۔ سرسید تہذیب کو فکری چیز مانتے ہیں۔ اور یہ فطری چیز ان کے نزدیک وحشی، نیم وحشی اور ترقی یافتہ قوموں میں کسی نہ کسی صورت میں موجود رہتی ہے۔ پسند نہ پسند، اچھے برے کی تفریق میں بُری چیز سے اچھی چیز کی طرف انسان کی رغبت فطری ہے۔ اسی کو وہ تہذیب کی جڑ کہتے ہیں۔۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر ہندوستانی مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے درمیان غلط فہمیاں رہیں تو تعلیمی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں اپنے ہم وطنوں کے مقابلے میں وہ ہمیشہ پسماندہ رہیں گے۔ ایسے میں انھوں نے اسباب بغاوت ہند لکھ کر انگریزوں کے دلوں میں ہندوستانیوں کی طرف سے پیدا ہونے والے شکوک کو دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

انیسویں صدی کا آخری نصف ہندوستان کی تاریخ میں بڑی تبدیلیوں کا زمانہ رہا ہے۔ ایک طرف وہ زندگی تھی جو سینکڑوں سال سے ایک ہی حال پر چل رہی تھی۔ اور دوسری طرف، مغربی تعلیم، انگریزی ادب، سیاسی خیالات اور نیٔ زندگی... ان دونوں میں بڑا فرق تھا۔ عام لوگوں کے لیے یہ بات بڑی مشکل تھی کہ وہ ان کی کشمکش کو سمجھیں۔ مگر سرسید انگریزی زبان نہ جانتے ہوئے بھی اس کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔

وہ جانتے تھے کہ باہر سے جو خیالات آرہے ہیں ان میں سے کون سے خیالات ملک کی ترقی کے لئے مفید ہے۔ ترقی کی راہ میں جو رکاوٹیں تھیں۔ وہ انہیں بھی جانتے تھے۔ اس طرح اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق وہ نئے اور پرانے پورب اور پچھّم کو ملا کر ہندوستانیوں اور خاص کر مسلمانوں کو ایک نئی زندگی کا پیغام دینا چاہتے تھے۔ تبدیلی کا یہ پیغام ایسا تھا کہ جو لوگ اس کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ وہ سرسید کو مذہب اور قوم کا دشمن سمجھنے لگے۔ لیکن زمانہ جس تیزی سے بدل رہا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ان کے خیالات کو غلط نہیں کہا جاسکتا۔ وہ سماج میں طریقہ، تعلیم میں اور شعروادب میں ہر چیز میں تبدیلی چاہتے تھے۔ اور ان پرانے رسم

ورواج کو توڑ کر لوگوں کو آگے بڑھنے کی تلقین کرتے تھے..
تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ سرسید کی شخصیت پہلو تھی. زندگی کے ہر شعبے میں ان کا خلوص نمایاں تھا. وہ جہاں بھی جاتے ہر ایک چیز کو باریک بینی سے دیکھتے اور اس پر غور وفکر کرتے. جیسا کہ لندن گئے تو وہاں کی ہر چیز کو مائل بہ ترقی دیکھ کر اپنے ملک کی پسماندگی پر افسوس کرتے رہے.. وہاں کے عجائب خانوں، کتب خانوں، دستکاریوں، کارخانوں اور تعلیمی اداروں کو دیکھا تو فوراً انھیں خیال آیا کہ ایسی ترقی ہمارے ملک میں کیوں نہیں ہے؟

یورپ کے طرز معاشرت، طریقہ تعلیم اور اعلی ترقیات کو دیکھ کر انھیں اپنے ملک کی بدحالی پر رونا آیا.. یورپ کے درمیان سفر مس کارپینٹر جیسی روشن خیال عورتوں کو دیکھ کر انھیں اپنے ملک کی جاہل عورتیں یاد آئیں.. غرض ہر لمحہ ہر پل انھیں اپنے ملک کی ترقی کا خیال رہا اور وہ اس کے لیے منصوبے بناتے رہے. اس دور میں سرسید پہلے ہندوستانی تھے جن کی انگلینڈ میں ہر جگہ ہر جلسے و ہر تقریر میں پذیرائی ہوئی. بڑے بڑے سربراہ و اعلیٰ حکام نے ان کا خیر مقدم کیا. ان کے اعزاز میں تقاریب کیں. اور خطابات سے نوازا.

سرسید راجہ رام موہن رائے کی اصلاحی تحریک سے متاثر تھے. راجہ رام موہن رائے ترقی یافتہ سماج کی تشکیل چاہتے تھے. اور سرسید بھی ترقی یافتہ معاشرہ کے خواہاں تھے. ترقی یافتہ معاشرے کی بنیاد اس وقت مضبوط نہیں ہوتی. جب تک ہم وطنوں میں اتحاد واتفاق نہ ہو. ان کا کہنا تھا کہ قوم کی بنیاد مذہب نہیں بلکہ ملک ہوتا ہے. اور ملک میں سماجی ہم آہنگی کو قایم رکھنے کے لیے قومی یکجہتی اور قومی ہم آہنگی کی ضرورت ہوتی ہے. پٹنہ میں لکچر دیتے ہوئے سرسید نے کہا تھا کہ:-

''اے عزیزو!...... ہندوستان ہی ہم دونوں کا وطن ہے، ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونوں جیتے ہیں. مقدس گنگا کا پانی ہم دونوں ہی پیتے ہیں ہندوستان کی ہی زمین کی پیداوار ہم دونوں کھاتے ہیں. مرنے میں جینے میں ہم دونوں کا ساتھ ہے. ہندوستان میں رہتے رہتے دونوں کا خون بدل گیا. دونوں کی رنگتیں ایک سی ہوگئی ہیں. دونوں کی صورتیں بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئی..."

سرسید اسی لکچر میں آپسی اتفاق اور ہمدردی کو ملک اور قوم کے لئے ضروری بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:-

آپس کے نفاق اور ضد وعداوت ایک دوسرے کی بد خواہی سے ہم دونوں برباد ہونے والے ہیں. افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتے"

سرسید ہندوستان میں رہنے والے ہندو اور مسلمان کو لفظ 'ہندو' سے تعبیر کرتے ہیں. یعنی ہندوستان میں رہنے والی قوم، ان کے یہاں قوم کا لفظ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں استعمال ہوا ہے بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں کے لیے ہے. جیسا کہ امرتسر کی ایک تقریر میں انھوں نے کہا تھا کہ:-

مدرسہ العلوم بے شک ایک ذریعہ قومی ترقی کا ہے. یہاں پر قوم سے میری مراد صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے "(تقریر امرتسر 26 جنوری 1889)

سرسید کو یہ احساس بہ خوبی تھا کہ مغربی اثرات روکے نہ روکیں گے اور ملک کی تہذیبی زندگی پر اثر انداز ہو کر رہیں گے. لہٰذا ملک میں سماجی ہم آہنگی کی فضاء [1] قایم رکھنے کے لیے سیکولرزم کی دوڑ کو مضبوط رکھنا چاہیے. یہ قدر آور اور بلند و بالا شخصیت سرسید احمد خاں کی تھی. جنھوں نے بار بار احساس دلایا کہ مسلمانوں کی تباہی، بربادی، پستی اور تنزل کی ذمہ داری کافی حد تک مسلمانوں پر آتی ہے. وہ مسلمان جن کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوے ہیں. سرسید نے ہمیشہ تعلیم پر زور دیا ہے. اپنے ایک مضمون میں تعلیم کو ایک خوبصورت مثال کے ذریعے اجاگر کرتے ہوئے سرسید نے لکھا ہے کہ:-

انسان کی روح بغیر تعلیم کے سنگ مرمر کی چٹان کے مانند ہے. جب تک سنگ تراش اس میں ہاتھ نہیں لگاتا. اس کو تراش خراش

کر سیڈول نہیں بناتا اور اس کو پالش اور جلا سے آراستہ نہیں کرتا اس وقت تک اس کے جواہر اسی میں چھپے رہتے ہیں"

سرسید کا کہنا ہے کہ انسان کے اندر کی چھپی ہوئی صلاحیت عمدہ تعلیم سے ابھر کر سامنے آتی ہے۔ لیکن اس تعلیم میں سرسید تربیت کو خاص مقام دیتے ہیں۔۔ تربیت کے بغیر وہ اعلیٰ تعلیم کو ناقص قرار دیتے ہیں۔۔ سرسید کی مسلمانوں سے بار بار اپیل رہی ہے کہ وہ خود بھی اپنی تعلیم اور معاش کے لیے جہد مسلسل سے کام لیں. آج اکیسویں صدی میں ہم قدم رکھ چکے ہیں آج بھی مختلف ترقیاتی منصوبے بنتے ہیں مگران پر اس طرح عمل نہیں ہوتا. غدر کے بعد تعلیمی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے سرسید عملی دنیا میں بے خوف کود پڑے۔۔ سرسید نے ملک و قوم میں جدید تعلیم پھیلانے کے لئے جو منصوبے بنائے انہیں عملی جامعہ بھی پہنایا. غازی پور کے مدرسے کا قیام سائنٹفک سوسائٹی، علی گڑھ کی بنیاد، سفر انگلستان کے مقاصد، تہذیب الاخلاق کا اجراء اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں. اج دنیا سرسید احمد خاں کے تعلیم و سیاست کے نظریات کو تسلیم کر چکی ہے.

حقیقت تو یہ ہے کہ سرسید احمد خاں نے اسلام کی مدافعت مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی سیاست کے لئے جو حکمت عملی وضع کی وہ سب قوم کی ترقی کے لئے کی. تا حیات بس قوم کی ترقی کے کام کرتے رہے. اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچایا. قوم کی دل و جان سے خدمت کی. سرسید اپنی سماجی، معاشرتی، معاشی مذہبی اور ادبی فکر کے حوالے سے بہت اہم شخصیت ہیں. وہ ترقی و تبدیلی کے اثرات کی اہمیت کو سمجھتے تھے. اور ان اثرات کو ضروری خیال کرتے تھے. سرسید احمد خاں تاریخ کے اچھے عالم بھی تھے.

زندگی بھر جو شخص قومی مفاد کی خاطر ایک ایک پیسہ جمع کرتا رہا جب مرا تو خود اس کے اپنے بکس میں کل روپے تھے. ایک بار پھر محسن الملک چندہ دیتے ہیں لیکن یہ چندہ دوسری نوعیت کا تھا. ہمیشہ محسن الملک نے سرسید کو قوم کے واسطے چندہ دیا تھا آج

محسن الملک نے قوم کے مسیحا کی تدفین و تکفین کے لیے پچاس روپے یہ کہہ کر دیے تھے کہ "

یہ سرسید کا آخری چندہ ہے، پھر کب وہ چندہ مانگنے آویں گے"

کتابیات:۔

1) سرسید کے فکری زاویے از ڈاکٹر نفیس بانو

2) سرسید احمد خان اور جدت پسندی از ڈاکٹر ایم علی صدیقی

3) سرسید کی بصیرت از اسرار عالم

رہبرؔ پرتاب گڑھی۔اتر پردیش

غزل

بچھڑ کے مجھ سے وہ کب چین سے رہا ہوگا
کبھی تو اُس نے مجھے یاد بھی کیا ہوگا

لپٹ کے رویا بھی ہوگا وہ میرے قاصد سے
تمام حال مرا اس نے جب سنا ہوگا

مرے قلم کی یہ خوشبو بھی جب اُڑی ہوگی
وہ حرفِ حق کی حمایت میں آگیا ہوگا

کراہنے کی صدا ہوگی آسمانوں میں
کہ تیر کھاکے پرندہ کوئی گرا ہوگا

جو اہلِ حق ہیں سدا بولتے تو ہیں رہبرؔ
اُنہیں بھی سن کے تو اندازہ ہوگیا ہوگا

امتہ الصبیحہ (فاضلہ۔ جامعہ نظامیہ)

حقوق نسواں کے محسن اعظم

انسانی تمدن کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورت کو دنیا میں حقیر ترین مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ نہ عورتوں کی کوئی عزت تھی' نہ کوئی وقعت' نہ معاشرے کے کوئی حقوق تھے۔ دنیا کی ہر قوم میں اس کی ذلت ورسوائی سے دوچار کرتے تھے۔ عیسائیوں کے یہاں تو گناہ اور عورت ایک ہی چیز کو قرار دیا جاتا تھا۔ یہودیوں کا یہ طریقہ تھا کہ بعض خاص حالات میں عورتوں کو گھروں میں سے نکال دیا جاتا تھا۔ رومی تہذیب میں عورتوں کی حیثیت غلام کی سی تھی۔ یونان کے لوگ عورت کو یہ تو سمجھتے تھے کہ سانپ کو ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کی برائی کا علاج ممکن نہیں ہے۔ ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ شوہر کے مرتے ہی عورت کو بھی زندہ رکھ کر شوہر کی نعش کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا اور عرب کی حالت تو اتنی ابتر تھی کہ لڑکی کی پیدائش ہوتی تو شرمندہ ہوتے۔ ذلت اور عار کا باعث سمجھتے اور اسے زندہ دفن کر دیتے تھے۔ مختصر یہ کہ عجم ہو یا عرب ہر جگہ اپنے جائز معاشرتی' اخلاقی تمدن اور معاشی حقوق سے محروم تھی۔

جب کوہ فاران کی چوٹیوں سے آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا تو تمام عالم آپ کو رحمت اللعالمین کی رحمت سے جگمگا اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعلمینؐ بنا کر بھیجا جس سے کوئی بنی نوع آب کی رحمت سے محروم نہ ہو۔ آپ کی رحمت حقوق نسواں پر بھی ایسی ہوتی کہ دنیا کی کسی دوسری قوموں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کسی شمار میں نہ لاتے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں نازل کیا جو کچھ نازل کیا اور مقرر فرمایا جو کچھ مقرر فرمایا۔

اسلام کے آنے سے پہلے عرب کے یہاں حقوق نسواں کچھ نہ تھے۔ مرد آدمی ہر طرح کے ظلم کرتا تھا۔ انہیں جانوروں کی طرح مارتے پیٹتے تھے۔ ذرا ذرا سی بات پر ان کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیا کرتے تھے۔ وراثت میں ان کا کوئی حصہ مقرر نہیں تھا ان کو زبردستی باندی بنا کر رکھ لیا جاتا تھا۔ اس وقت عورت کو صرف شہوانی اور نسوانی خواہشوں کا سامان اور مردوں کیلئے بازیچہ اطفال سمجھتی جاتی تھی۔ عرب کے بعض قبائل میں یہ دستور تھا کہ عورت جب بیوہ ہو جاتی تھی ان کو گھر سے دور یا ایک جھونپڑی میں بند کر دیا جاتا تھا ایک سال تک قید و بند کی مصیبتیں جھیلتی تھی نہ وہ اس جھونپڑی سے باہر آسکتی تھی نہ غم کر سکتی تھی۔ نہ کپڑے بدل سکتی تھی۔ بہت سی عورتیں اسی حالت میں گھٹ گھٹ کر مر جاتی تھی۔ اور اگر کوئی زندہ بچ جاتی تو اس سال کے بعد ان کے آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھی اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کے بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں' پھر سارے شہر میں اسی گندے لباس میں چکر لگائے اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگیاں پھینکتی چلی جائے۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ ان کی عدت ختم ہوگئی۔

چنانچہ جب رحمتہ اللعالمین کی رحمت کا آفتاب طلوع ہوا تو دکھ درد کی ماری عورتوں پر بھی رحمت برسی اور عورتوں کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ ان کو مالکانہ حقوق ملنے لگے۔

عورتوں کو وراثت میں حصہ ملنے لگا۔ عورت خواہ کتنی ہی مالدار کیوں نہ ہو خاوند سے ہر حال میں نفقہ پانے کی حقدار ہے۔

عورت کو خاوند کے انتخاب کا حق دیا گیا اور نکاح کے لیے اس کی رضامندی ضروری قرار دی حالانکہ عرب میں یہ دستور تھا کہ مرد آدمی جتنی چاہے شادیاں کر سکتا تھا لیکن عورت کو اس کا حق حاصل نہ تھا۔ مرد کے لیے کوئی پابندی نہ تھی۔

اسلام آنے کے بعد عورت کو تعلیم حاصل کرنے کی آزادی ملی۔ عورتوں کی عبادت کا ثواب مرد آدمی کے برابر کر دیا گیا۔

جان و مال عزت و آبرو کے تحفظ میں عورت کو مرد کے برابر رکھا گیا۔ عورت کو جو درجات و مقامات اسلام نے دیئے وہ کسی مذہب نے نہیں دیئے۔ اسلام نے عورت کو بے حیائی سے بچا کر عفت و پاکیزگی عطا کی۔ پردہ جیسی عظیم نعمت دے کر اسے ہیرے کے مماثل کر دیا۔ وہ پردے کے ساتھ دائرہ نسوانیت میں رہ کر شوہر کی معاونت' قومی اور ملی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے۔ الغرض پوری دنیا میں عورت کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا اسلام اور محسن اعظم کے ان احسانات کی وجہ سے وہ مرد کی راحت ہی نہیں بلکہ اس کی عزت وعصمت کی حفاظت کا ذریعہ پردے کی صورت میں بنایا۔ اور مرد کو اس کا محافظ بنایا۔ اس کو مختلف رشتوں کی پہچان دی۔ کبھی ماں کی صورت میں تو کبھی بیٹی کی صورت میں تو کبھی بہن کی صورت تو کبھی بیوی کی صورت میں۔ قرآن وحدیث کی روشنی سے اس کو ہر درجہ میں عزت وبلندئ عفت وپاکیزگی رکھی۔ لہٰذا ہم عورتیں جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر ادا کریں کم ہے کیونکہ اسلام ہمارے لیے ایک مکمل نظام حیات زندگی ہے جو زندگی کے ہر قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

سعدیہ سلیم شمسی۔ آگرہ

غزل

اس طرح وہ مری الفت کا صلہ دیتا ہے ،
ہر نئے موڑ پہ اک زخم نیا دیتا ہے ۔

جس سے امید میں کرتی ہوں مسیحائی کی ،
وہ مرا دردِ جگر اور بڑھا دیتا ہے ۔

دشتِ تنہائی میں بھٹکے گا وہ ہر شام و سحر ،
جو محبت کے چراغوں کو بجھا دیتا ہے۔

جس نے توڑے ہیں شب و روز مرے دل پہ ستم
بارہا دل مرا اُس کو ہی صدا دیتا ہے۔

لوگ ظالم کے طرفدار ہوئے ہیں ہر سو ،
کون مظلوم کے قاتل کو سزا دیتا ہے۔

یاد رکھتا ہے ہمیشہ وہ عنایت اپنی ،
اور وفائیں مری اک پل میں بھلا دیتا ہے۔

غیر ممکن ہے کہ میں بھول ہی پاؤں اُس کو ،
جو مرے زخموں کو ناسور بنا دیتا ہے۔

کون رکھ دیتا ہے صحراؤں میں شبنم کی کنول ،
کون ویرانے میں یہ پھول کھلا دیتا ہے ۔

آج فرقوں میں جو تقسیم ہوئے ہیں ہم لوگ ،
مجھکو اکثر ہی یہ احساس رُلا دتا ہے۔

سعدیہ ایسے قبیلے سے ہے نسبت اپنی ،
زخم کھا کر بھی جو دشمن کو دعا دیتا ہے ۔

رجسٹرڈ نمبر: 2012/885

سہارا ویلفیئر سوسائٹی حیدرآباد

پلاٹ نمبر 12 سنجیویا کالونی سکھ ویلیج سکندرآباد 50009

دیہاتوں میں مساجد اور امام و معلم کے لیے مالی اعانت کی اپیل

الحمدللہ ہم کئی سال سے صرف رضائے الٰہی وفلاح آخرت کے جذبہ کے تحت اسلام اور مسلمانوں کی خاموش خدمت کرتے آرہے ہیں۔ ہماری ٹیم شہر حیدرآباد کے اطراف واکناف تقریباً ۵۰ کیلومیٹر پر چھوٹے چھوٹے دیہات، جس میں ۱۵ تا ۳۰ مکانات مسلمانوں کے ہیں، وہاں پر مسجد نہیں اور اگر ہے تو وہاں نماز نہیں ہورہی ہے، کیوں کہ وہاں امام و معلم نہیں ہیں، غربت کی وجہ سے ایک امام کی تنخواہ نہیں دے سکتے، جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم وتربیت بھی نہیں ہورہی ہے۔ ایسی صورت میں شہروں میں رہنے والے اہل خیر کی دینی واخلاق ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی جانب سے ایک امام کی تنخواہ کی ذمہ داری لیں۔ شہروں میں تو عالیشان مساجد ہیں، جس کے لیے دل کھول کر خرچ کیا جارہاہے، اس سے بھی زیادہ دیہاتوں میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ دیہاتوں میں مساجد کی تعمیر ایمان کی حفاظت کا باعث ہے۔ بعض دیہات جہاں مسجد نہیں، وہاں موٗذن کی اذان سننے کے لیے کان ترس رہے ہیں، ایسی جگہوں پر ایمان کی حفاظت کے اسباب پیدا کرنے اور بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کی سخت ضرورت ہے۔ دیہاتوں میں مسلمان اور مومن کی پہچان ضروری ہے۔ بعض دیہات آج بھی مساجد سے محروم ہیں۔ ان دیہاتوں میں مسجد نہ ہونے کی وجہ سے دیہاتی مسلمان غیروں کی خوشنودی کے لیے دیگر جگہوں کو اہمیت دے رہے ہیں اور غیر اللہ کی عبادت کررہے ہیں۔ وقت کی ضرورت ہے کہ ان دیہاتوں میں ان پڑھ اور غریب کو جو صرف تیلگو زبان سے واقف ہیں، انہیں عربی، اردو سے واقف کرایا جائے تاکہ ان کے دین وایمان کی حفاظت ہوسکے۔ اس لیے ہم کو چاہئے کہ محنت کی کمائی ہوئی دولت کو بے جا اسراف وخرافات پر خرچ کرنے کے بجائے دیہاتی مساجد کی تعمیر میں لگائیں۔ یہ مسجدیں قیامت کے دن ایسے مخلص لوگوں کے دین وایمان کی گواہی دیں گی۔ دیہاتوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے جدوجہد عملاً مسلسل اور منصوبہ بند اقدمات کی ضرورت ہے۔ دیہاتوں میں مساجد کی تعمیر ومرمت کی تکمیل کے علاوہ رمضان میں کھجوروں، دال اور بقرعید کے موقع پر ہر دیہات میں ایک بڑا جانور قربانی کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں زکوٰۃ کا بھی نظم ہے، جہاں غریب مستحق نادار بیواؤں کی بھی مدد کی جاتی ہے۔ سالانہ امداد کے علاوہ شادی بیاہ اور مستحقین کی امداد کی جاتی ہے۔ جہاں پانی نہیں وہاں بورویل کا بھی نظم کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بینک کے سود کی رقم بھی لے کر طہارت خانے تعمیر کررہے ہیں۔ اس لیے یہاں امداد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا اجر دینے والا ہے، ایسی جگہ کام کرنے والوں کو مالی اعانت کرکے اپنا ایمان وروحانی جذبہ پیش کریں۔

یہ سب کام اللہ کے فضل وکرم سے ملت کے مخلص اصحابِ خیر کے تعاون سے خاموشی سے انجام دیا جارہا ہے۔ ہم ابھی تک الحمدللہ ۳۵ مساجد کی تعمیر کرچکے ہیں اور ان میں امام وموٗذن کی تنخواہوں کا بھی انتظام کررہے ہیں اور کئی جگہوں پر کام جاری ہے اور کئی جگہوں سے تقاضا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ایمانی قوت، دینی جذبہ کو شرفِ قبولیت اور اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

نوٹ: ہم تمام اہل خیر حضرات سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اس کام کو ایک مرتبہ ضرور دیکھیں اور شامل ہوجائیں۔ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

رابطے کے لیے: صدر رئیس اقبال (انجینئر) 9959746500۔ نائب صدر: سید خلیل 8142506301
سید شجیع الدین ٹریژرر 9703936440۔ محمد ریاض اللہ خان ایڈوائزر 9849475561
عبدالقادر پٹیل جوائنٹ سکریٹری 9849468571۔ اعظم اعظمی فینانسیل ایڈوائزر 9705553745

گوکھرو

ماہنامہ صدائے شبلی میں ہر ماہ ادارے کی طرف سے کتاب پر تبصرہ کیا جائے گا،اس لئے مصنفین ،مولفین اور مرتبین سے گزارش ہے کہ وہ تبصرے کے لئے دوعدد کتابیں ضرور ارسال کریں۔(ادارہ)

نام	:	گوکھرو
مترجم	:	توصیف بریلوی
سن اشاعت	:	۲۰۱۹ء
صفحات	:	۱۲۸
قیمت	:	۲۰۰؍روپیے
ناشر	:	ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی
مبصر	:	محمد عامل بدایونی

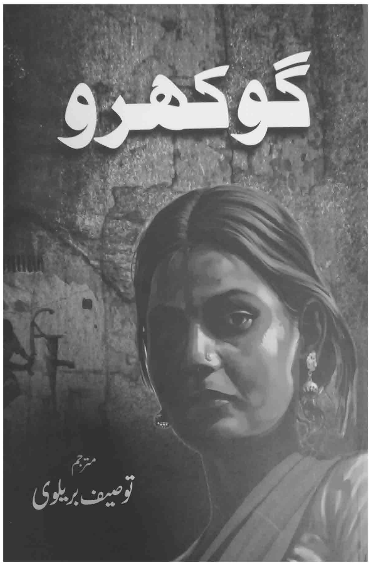

توصیف بریلوی استاد محترم پروفیسر مولا بخش کی نگرانی میں ’’انوار خاں کی ادبی خدمات‘‘ کے حوالے سے پی۔ ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔میں ان کی تخلیقی صلاحیت ،فنی بصیرت اور علمی استعداد سے اچھی طرح واقف ہوں،وہ نوجوان قلم کاروں میں ایک بہترین افسانہ نگار کی حیثیت سے شناخت قائم کر چکے ہیں۔ہندوستان اور پاکستان کے متعدد رسائل میں آپ کے تحقیقی وتنقیدی مضامین اور افسانے شائع ہو چکے ہیں۔جن میں ’’نوز پیس‘‘ اور ’’ایسٹرے‘‘ نے ادبی حلقے میں کافی شہرت حاصل کی۔

زیر تبصرہ کتاب’’گوکھرو‘‘ہندی افسانوی مجموعے کا اردو میں کیے گئے ترجمہ کا افسانوی مجموعہ ہے۔مجموعے میں کل ۸؍کہانیاں ہیں،جن کے نام یہ ہیں ۔اُگھنی، پرات تو دوار پر، گوکھرو،ٹھنڈے بستے میں پگھلتا لاوا، کنچا،ایک اور ناسمجھ بھرت، کجروٹا اور دو لفظ۔انتساب مابعد جدید تنقید کے اہم ستون پروفیسر مولا بخش کے نام ہے۔’’گوکھر‘‘ دراصل ہندی ادب کی مشہور افسانہ نگار’’پسپا اوستھی‘‘ کا افسانوی مجموعہ ہے، جس کو توصیف بریلوی نے ہندی زبان سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔پسپا اوستھی کی شناخت ہندی ادب میں بہترین افسانہ نگار، ناول نگار اور شاعرہ کی حیثیت سے ہے۔وہ ہندے کے کئی اہم رسائل کی مدیر بھی رہ چکی ہیں۔آپ کے دو افسانوی مجموعے’’گوکھرو‘‘ اور’’جنم‘‘ شائع ہو چکے ہیں۔ناول’’چھِن مول‘‘ کے لیے کسما نجلی ساہتیہ سمان ۲۰۱۸ بھی مل چکا ہے۔

یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ ترجمہ نگاری ایک فن کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ترجمہ دراصل ایک ایسا ذریعہ ہے جو ایک زبان کے علمی وادبی سرمائے کو دوسری زبان میں منتقل کر دیتا ہے۔یہ بات بھی طے ہے کہ ترجمہ بے حد مشکل کام ہے۔کیوں کہ ہر زبان میں محاوروں اور ضرب الامثال کا استعمال ہوتا ہے۔ایک زبان کے محاورات اور ضرب الامثال کو دوسری زبان میں منتقل کرنا مشکل ہوتا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ دونوں زبانوں کی لفظی ،معنوی،صرفی،نحوی،تہذیبی اور ثقافتی فضا الگ

مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم (اقامتی وغیر اقامتی ادارہ)

شاہی ہلز شاہین نگر حیدرآباد

زیر انتظام : شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Ac No: 1327104000065876 Bank Name: IDBI
Ac N: SHIBLI INTERNATIONAL ADUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST
IFS: IBL0001327. Branch: Charminar Hyderabad (T.S)

بانی وناظم: مولانا ڈاکٹر مفتی محمد محامد ہلال اعظمی۔موبائل: 9392533661

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

UNANI CENTER FOR CARDIAC CARE

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

Consultation Time
Morning:11:00 am to 2:30 pm-Evening:7:00 pm to 9:30 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony Tolichowki Hyderabad - 500008 T.S India

ہوتی ہے۔اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ تخلیق کا مفہوم تو ترجمے میں منتقل ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح منتقل نہیں ہو پاتی۔اسی لیے مترجم ہندی افسانے کی روح اردو میں منتقل تو نہیں کر پائے ہیں لیکن وہ تخلیقی مفہوم کو واضح کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

مترجم نے اپنی تخلیقی صلاحیت کی بنا پر ترجمے کے اصول وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کو اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے افسانوں میں استعمال کی گئی بھوجپوری،اودھی یا مشرقی علاقے میں بولی جانے والی بولیوں کے لفظوں کو تبدیل نہیں کیا ہے۔ان کو ویسے ہی رہنے دیا ہے جیسا افسانہ نگار نے استعمال کیا ہے۔مثلاً ڈھیلا پولا یا ادبدا کر اور ٹانگتا وغیرہ کو جوں کا توں رہنا دیا ہے۔ہندی کے بعض ایسے الفاظ جو عوام میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں ان کو بھی تبدیل نہیں کیا گیا ہے۔اس طرح کی تمام خوبیاں انھیں ایک باشعور مترجم بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔ان کہانیوں کو اردو میں ترجمہ کرنے کے پیچھے مترجم کے دو مطمح نظر سامنے آتے ہیں۔اول یہ کہ ان کہانیوں میں مشرقی یو پی کے جو مسائل بیان کیے گیے ہیں ان کو اردو داں طبقے سے روشناس کرانا۔دوئم ہندی افسانے میں جو ماحول اور فضا کا بیان اور تکنیک کا استعمال کیا جا رہا ہے وہ اردو میں کس حد تک کامیاب ہو سکتا ہے؟اس کا بیان کرنا۔بالآخر وہ اپنے اس مطمح نظر میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

امید ہے کہ یہ کتاب اردو ادب میں اضافے کا سبب بنے گی اور شائقین ادب کے لیے بہترین مثال بھی ثابت ہوگی۔

मौलाना आज़ाद नेशनल उर्दू यूनिवर्सिटी مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

Maulana Azad National Urdu University

مرکزی یونیورسٹی جسے نیشنل اسسمنٹ اینڈ ایکریڈیشن کونسل سے ''اے گریڈ'' حاصل ہے

گچی باؤلی، حیدر آباد

اعلان داخلہ

یونیورسٹی میں تعلیمی سال 20-2019 کے لیے مرکزی کیمپس حیدر آباد اور دیگر سٹیلائٹ کیمپسوں، کالجس آف ٹیچر ایجوکیشن (سی ٹی ایز) اور پالی ٹیکنیکس کے لیے ریگولر پروگرامس پی ایچ ڈی، پوسٹ گریجویشن، انڈر گریجویشن اور ڈپلوما و سرٹیفکیٹ کورسز میں داخلے کے لیے آن لائن درخواستیں مطلوب ہیں۔

آن لائن درخواستوں کے ادخال کی آخری تاریخ:

انٹرنس ٹسٹ کے ذریعہ داخلے 10.05.2019

پی ایچ ڈی : اردو، انگریزی، ہندی، عربی، فارسی، مطالعات ترجمہ؛ مطالعات نسواں، نظم و نسق عامہ، سیاسیات، سوشل ورک، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ، معاشیات، سوشیالوجی؛ تعلیم؛ صحافت و ترسیل عامہ؛ مینجمنٹ، کامرس؛ ریاضی، طبیعات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات؛ کمپیوٹر سائنس، ایس ای آئی پی۔

پوسٹ گریجویٹ پروگرام: ایم بی اے، ایم سی اے، ایم ٹیک (کمپیوٹر سائنس) اور ایم ایڈ

انڈر گریجویٹ پروگرام: بی ایڈ اور بی ٹیک (کمپیوٹر سائنس)۔

پیشہ ورانہ ڈپلوما: ایلمنٹری ایجوکیشن (ڈی ایل ایڈ)؛ پالی ٹیکنک—سیول، کمپیوٹر سائنس، الیکٹرانکس اینڈ کمیونی کیشن، انفارمیشن ٹکنالوجی، میکانیکل، الیکٹریکل و الیکٹرانکس، اپیرل و آٹو موبائیل انجینئرنگ میں ڈپلومہ

میرٹ کے ذریعہ داخلہ 30-06-2019

پوسٹ گریجویٹ پروگرام: اردو، انگریزی، ہندی، عربی، مطالعات ترجمہ، فارسی؛ مطالعات نسواں، نظم و نسق عامہ، سیاسیات، سوشل ورک، اسلامک اسٹڈیز، تاریخ، معاشیات، سماجیات؛ صحافت و ترسیل عامہ؛ ایم کام اور ایم ایس سی (ریاضی)۔

انڈر گریجویٹ پروگرام: بی اے، بی اے (آنرز)۔ جے ایم سی، بی کام، بی ایس سی (ریاضی، طبیعات، کیمیا۔ ایم پی سی)، بی ایس سی (ریاضی، طبیعات، کمپیوٹر سائنس، ایم پی سی ایس) اور بی ایس سی (حیاتی علوم—زیڈ بی سی)۔

برج (رابطہ) کورسز: مدارس کے فارغ طلبہ کے لیے برائے داخلہ انڈر گریجویٹ (بی کام/ بی ایس سی) اور پالی ٹکنک پروگرام۔

بیچلر آف ووکیشنل کورسس: میڈیکل امیجنگ ٹکنالوجی (ایم آئی ٹی) اور میڈیکل لیبارٹری ٹکنالوجی (ایم ایل ٹی)۔

لیٹرل انٹری: بی ٹیک اور پالی ٹیکنک میں۔

پی جی ڈپلوما: ریٹیل مینجمنٹ۔

جز وقتی ڈپلوما پروگرام: اردو، ہندی، عربی، فارسی اور اسلامک اسٹڈیز، تحسین غزل و اردو میں سرٹیفکیٹ کورس۔

نوٹ: ◄ تمام درخواست گزاروں کے لیے لازمی ہے کہ وہ کم از کم دسویں/ بارھویں/ ڈگری میں اردو میڈیم سے تعلیم حاصل کر چکے ہوں یا بحیثیت زبان/مضمون اردو کامیاب ہوں یا مصرحہ مدرسوں سے فارغ ہوں (مدرسوں کی فہرست ای-پراسپکٹس میں دی گئی ہے)۔ تمام پروگراموں کا ذریعہ تعلیم اردو ہے۔

◄ تمام پروگراموں میں داخلے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے صدر مرکز حیدر آباد پر دستیاب ہیں الا یہ کہ علاحدہ تذکرہ کیا گیا ہو۔

دیگر کیمپس پر دستیاب پروگرامس:

1. لکھنو کیمپس: اردو، فارسی، انگریزی اور عربی میں بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی پروگرام۔
2. سری نگر کیمپس: معاشیات، اسلامک اسٹڈیز، اردو اور انگریزی میں ایم اے؛ اردو، انگریزی اور اسلامک اسٹڈیز میں پی ایچ ڈی پروگرام۔
3. کالجز آف ٹیچر ایجوکیشن بھوپال (مدھیہ پردیش)، سری نگر (جموں و کشمیر)، دربھنگہ (بہار): بی ایڈ، ایم ایڈ اور پی ایچ ڈی ان ایجوکیشن۔
4. کالجز آف ٹیچر ایجوکیشن آسنسول (مغربی بنگال)، اورنگ آباد (مہاراشٹرا)، سنبھل (اتر پردیش)، نوح (ہریانہ) اور بیدر (کرناٹک): بی ایڈ۔
5. پالی ٹیکنک انجینئرنگ ڈپلوما: سیول انجینئرنگ؛ کمپیوٹر سائنس انجینئرنگ، الیکٹرانکس اینڈ کمیونی کیشن انجینئرنگ کے ڈپلوما (دربھنگہ۔ بہار اور بنگلورو۔ کرناٹک)؛ سیول انجینئرنگ، میکانیکل انجینئرنگ، الیکٹریکل اور الیکٹرانکس انجینئرنگ، اپیرل انجینئرنگ (کڑپہ۔ آندھرا پردیش)؛ سیول انجینئرنگ، میکانیکل انجینئرنگ، الیکٹریکل اور الیکٹرانکس انجینئرنگ اور آٹو موبائل انجینئرنگ (کٹک ۔ اڈیشہ) پر دستیاب ہیں۔

درخواستیں صرف آن لائن ہی قبول کی جائیں گی۔ تمام پروگراموں کے لیے ای۔ پراسپکٹس اور آن لائن درخواست فارم 25 مارچ 2019 سے داخلوں کی آخری تاریخ تک یونیورسٹی ویب سائٹ پر دستیاب رہیں گے۔ تفصیلات یا کسی وضاحت کے لیے نظامت داخلہ کو admissionsregular@manuu.edu.in پر ای میل کریں۔

ایس سی/ ایس ٹی/ او بی سی/ معذور امیدواروں کے مختلف پروگراموں میں داخلے کیلئے تحفظات حکومت ہند کے ضوابط کے مطابق رہیں گے۔ یونیورسٹی میں ہاسٹل کی محدود گنجائش فراہم ہے۔

تاریخ: 24.3.2019

رجسٹرار

www.manuu.ac.in

جامعة البنات الاصلاحية حیدرآباد (ملک پیٹ)

لڑکیوں کی اعلیٰ دینی وعصری تعلیم کا فکری واصلاحی معیاری مرکز

شعبہ جات: تحفیظ القرآن الکریم ★ شعبہ ابتدائیہ (دو سال) ★ شعبہ عالمیت (چار سال) ★ شعبہ فضیلت (دو سال)

☆ شہر سے اہم مقامات سے آمدورفت کی سہولت ☆ دور دراز کی طالبات کے لیے ہاسٹل کا نظم ☆ عثمانیہ یونیورسٹی سے میٹرک تا ایم۔اے امتحانات دلوانے کا نظم

لڑکیوں کے لیے قرآن، حدیث، فقہ، ادب، سیرت، تاریخ کے علاوہ انگریزی زبان کے اعدادیہ تا فضیلت چھ سال تعلیم کا بہترین نظم ہے

رابطے کے لیے پتہ:
JAMIATUL BANAT AL-ISLAHIYAH
#16-3-993/1, NEAR DAWN HIGH SCOOL
OFFICERS COLONY, NEW MALAKPET,
HYDERABAD(T.S) INDIA 500036

نصب العین: انقلاب بذریعہ تعلیم قرآن وسنت کی گہری بصیرت، شہادت حق، احیائے دین کی استعداد اور امت کے لیے داعیانہ، مجاہدانہ اور قائدانہ کردار کی حامل "المرأة الصالحة" ٹیم کی تیاری۔

☆ شعبہ تحفیظ القرآن اور شعبہ ابتدائیہ وعالمیت کے پہلے سال میں داخلے سال بھر جاری رہیں گے۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے خواہشمند سرپرست حضرات سے اپنی لڑکیوں کے ہمراہ جلد رجوع ہونے کی خواہش کی جاتی ہے۔

جامعة البنات الاصلاحية حیدرآباد کا استحکام وقت کا اہم تقاضہ اور ملی فریضہ ہے۔ اس اہم مرکز کی تعمیر وترقی کے لیے مالی اور اخلاقی تعاون فرما کر ہمارے حوصلے کو قائم رکھیں۔

ناظم: مولانا عبدالعلیم اصلاحی
موبائل 9676202819